ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

10

شعبان 1426ھ —— اکتوبر 2005ء

دینی مدارس کیا ہیں؟

بین المذاہب مفاہمت کس بنیاد پر؟

یہ منصوبہ کس کا ہے؟

بیاد

سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

نورِ ہدایت

القرآن

''اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی' یہاں تک کہ اُن کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو (اُن سے) کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی ہدایت ہے اور (اے پیغمبر) اگر تم اپنے پاس علم (یعنی وحی الٰہی) کے آجانے کے بعد بھی اُن کی خواہشوں پر چلو گے تو تم کو (عذاب) الٰہی سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار۔''

(البقرہ: ۱۲۰)

الحدیث

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے سارے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ بھی کھلا نہیں رہتا اور جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' اس کا کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور اللہ کا منادی پکارتا ہے کہ اے خیر اور نیکی کے طالب قدم بڑھا کے آ' اور اے بدی اور بدکرداری کے شائق رُک، آگے نہ آ' اور اللہ کی طرف سے بہت سے (گنہگار) بندوں کو دوزخ سے رہائی دی جاتی ہے (یعنی ان کی مغفرت کا فیصلہ فرمادیا جاتا ہے) اور یہ سب رمضان کی ہر رات میں ہوتا رہتا ہے۔'' (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

الآثار

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مغفرت

''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وہ خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ طریقوں سے ان کی مغفرت فرمائی......

(۱) انہوں نے خود توبہ کی اور اسلام میں داخل ہوگئے' توبہ قبول ہوگئی۔

(۲) انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر اسلام کے لئے شہادت حاصل کی۔ شہید کے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

(۳) انہوں نے حج کیا۔ حج سے بھی تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

(۴) ان کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعاء مغفرت کی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے خود اعلان فرمادیا کہ میں نے ان کو معاف کیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم ''معصوم'' نہیں لیکن معیّت وتربیت رسول ﷺ کی برکت سے ''محفوظ'' ہیں۔ پانچ طریقوں سے جن کی معافی ہوگئی ان کا حساب کتاب نہیں ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے تمام (صحابہ رضی اللہ عنہم) کے ساتھ آخرت میں بھلائی کا وعدہ کرلیا ہے۔ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) اللہ سے راضی ہوگئے۔''

مجدّدِ احرار سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ

اقتباس خطاب: جام پور ۶ رمئی ۱۹۸۳ء مطبوعہ: پندرہ روزہ ''الاحرار لاہور'' ۳ رجون ۱۹۸۸ء

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 16 شمارہ 10 شعبان 1426ھ اکتوبر 2005ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N 1811-5411

بیاد

سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی

ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

رفقائے فکر

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر

محمد الیاس میراں پوری

i4ilyas1@hotmail.com

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک .... 150 روپے

بیرون ملک .... 1000 روپے

فی شمارہ .... 15 روپے

ترسیلِ زر بنام: نقیبِ ختمِ نبوت

اکاؤنٹ نمبر 1-5278

یو بی ایل چوک مہربان ملتان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

تشکیل

دل کی بات	اداریہ	مدیر	02
دین و دانش:	سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ (آخری قسط)	سید عطاء المحسن بخاریؒ	04
شاعری:	نعت (پروفیسر عابد صدیق) غزل (پروفیسر خالد شبیر احمد)	نظمیں: آہ! سید امین گیلانیؒ (کاشف گیلانی) خود فراموشی (انور صابری)	12
افکار:	بین المذاہب مفاہمت ...... کس بنیاد پر؟	محمد احمد حافظ	16
//	دینی مدارس کیا ہیں؟	مفتی محمد تقی عثمانی	19
//	"ریڑھ کی ہڈی" اور لارڈ میکالے کا نظامِ تعلیم	اوریا مقبول جان	24
//	یہ منصوبہ کس کا ہے؟	سید محمد معاویہ بخاری	26
//	سوڈان ...... جان گیرنگ کی موت کے بعد	عابد مسعود ڈوگر	30
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	عینک فریی	33
ظلمت سے نور تک:	یوسف یوحنا کا قبولِ اسلام	محمد یوسف شاد	34
ردِّ قادیانیت:	مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کی کہانی	قیوم قریشی	35
//	قادیانی پروپیگنڈہ کا توڑ امریکہ میں ریڈیو سٹیشن کا قیام		37
شخصیات:	مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ ...... ایک حق گو عالمِ دین	مولانا محمد اسلم شیخوپوری	39
//	شورش کاشمیریؒ ...... ایک ہمہ پہلو شخصیت	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری	42
//	وہ عبداللہ بھی تھے اور اہل اللہ بھی	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ	46
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	52
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	ابوالادیب	60
مکتوب:	پروفیسر عبدالخالق سہریانی		63
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	64

ای میل ایڈریس

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: التشکیل نور پرنٹرز

دل کی بات

جو ہو سکے تو ارضِ وطن بچا لیجئے!

وطنِ عزیز پاکستان کی ناؤ اس وقت جس بحران میں ہچکولے کھا رہی ہے۔ وہ ایک دم نہیں آیا اس کو درآمد اور مسلط کرنے میں اٹھاون برس صَرف ہوئے ہیں۔ پہلے ملک کا جغرافیہ بدلا اور ایک بازو کاٹ کر رکھ دیا۔ پھر اس کی نظریاتی اساس تبدیل کی گئی، اہل یورپ نے پوپ اور مذہب کو ریاست سے بے دخل کیا تو انہیں مکمل تحفظ بھی فراہم کیا لیکن ہمارے ہاں دین اور اہل دین کو ریاست سے بے دخل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی جڑوں کو بھی کاٹا جا رہا ہے۔ اخلاقی قدریں پامال کی جا رہی ہیں اور سیاسی بساط الٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ ریاست کے اہم ترین ستونوں مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ کے ساتھ ساتھ دیگر قومی اداروں کی ساکھ اور بنیاد نہ صرف تباہ کر دی گئی ہے بلکہ انہیں عوامی اعتماد سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ داخلی طور پر ملک بدامنی اور انتشار و افتراق کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔ چونکہ بین الاقوامی استعمار کا یہ ایجنڈہ سول حکمرانوں کے بس کا روگ نہیں تھا' اس لیے موجودہ مقتدروں کو یہ ذمہ داری سونپی گئی اور انہوں نے اس کی تکمیل کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

استعماری قوتیں اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے نہایت برق رفتاری کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ فلسطین کے بعض علاقوں کو یہودیوں سے خالی کرایا جا رہا ہے اور ایک ایسی آزاد فلسطینی ریاست کی تشکیل کی جا رہی ہے' جو عالمی استعمار کے مفادات کے لیے کام کرے۔ اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے قیام میں گرمجوشی پاکستان کی طرف اُسے تسلیم کرنے کا ہی حصہ ہے۔ مسئلہ کشمیر بھی اپنے منطقی انجام کو پہنچ رہا ہے اور عالمی رپورٹوں کے مطابق ۲۰۰۶ء یا ۲۰۰۷ء تک اُسے بھی اپنی پسند کے مطابق حل کیا جا رہا ہے۔ میر واعظ عمر فاروق نے کشمیر، جموں اور لداخ پر مشتمل ''ریاست ہائے متحدہ کشمیر'' کی طے شدہ تجویز پیش کر دی ہے۔ اس سے قبل صدر پاکستان مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے سات تجاویز پیش کر چکے ہیں۔ حال ہی میں آزاد کشمیر کے سابق صدر سردار عبدالقیوم خان نے دہلی میں مسلم کانفرنس کے رہنماؤں کے ساتھ مل کر ''امن شمع'' روشن کر دی ہے۔ قیاس کیا جا رہا ہے کہ کنٹرول لائن کو مستقل سرحد قرار دے دیا جائے گا۔ آزاد کشمیر پاکستان کے ساتھ اور جموں و مقبوضہ کشمیر بھارت کے ساتھ رہیں گے۔ جبکہ شمالی علاقہ جات پر مشتمل لداخ تک آغا خان ریاست بنا دی جائے گی۔

یہ کھیل کس کے خلاف کھیلا جا رہا ہے اور اس کا پاکستان کو کیا فائدہ ہوگا؟ اس سوال کا اصل جواب تو انہی قوتوں کے پاس ہے جنہوں نے یہ کھیل ترتیب دیا ہے تاہم اتنی بات واضح ہے کہ اس میں پاکستان کو بہر حال نقصان ہوگا۔

پاکستان میں صدارتی نظام کے نفاذ کی خبریں بھی ملک کے حق میں اچھے نتائج کی حامل نہیں ہیں۔شوکت عزیز صاحب کی وزارت عظمیٰ بھی خطرے میں ہے اور کہا جا رہا ہے کہ آئندہ دنوں میں وقوع پذیر ہونے والے صدارتی سسٹم میں معروف قادیانی بیوروکریٹ طارق عزیز کو اہم کردار سونپا جائے گا۔سسٹم کوئی بھی ہو اگر اسے چلانے والے مخلص ہوں تو کامیاب ہو جاتا ہے اور نتائج بھی بہتر اور مثبت حاصل ہوتے ہیں اور اگر چلانے والے ہی مخلص نہ ہوں تو سب کیا دھرا رہ جاتا ہے۔اٹھاون برسوں میں یہاں صدارتی، پارلیمانی اور مارشل لاء تمام نظام بھگتا دیئے گئے ہیں مگر ملک وقوم کی قسمت کے دن نہیں پھرے۔ جہاں روزِ اوّل کھڑے تھے' کھڑے ہیں۔

ملک کی سیاسی جماعتوں پر مشتمل دو بڑے اتحاد 'اے آر ڈی اور'' متحدہ مجلس عمل' مزاحمت گریز پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور فی الحال ''اے پی سی'' کے انعقاد سے آگے جانے کے لیے تیار نہیں۔متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں نے ''ایل ایف او' اور سترہویں آئینی ترمیم کے مسئلہ پر موجودہ حکومت کو جو تحفظات فراہم کیے تھے' اس کے نتائج بد سامنے آنا شروع ہو گئے ہیں۔تب انہوں نے اپنے اس اقدام کو درست قرار دیا تھا اور آج مجلس ہی کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل محترم حافظ حسین احمد اسے مجلس کی غلطی تسلیم کر رہے ہیں۔تب نوابزادہ نصر اللہ خان مرحوم نے سچ فرمایا تھا کہ اگر ایک سال کے لیے جنرل صاحب کو ملک کا آئینی صدر تسلیم کرنا درست ہے تو پھر دس سال کے لیے کیوں نہیں؟

سیاست دان قومی یکجہتی پیدا کرنے کی کوششیں کریں اور مستقل بنیادوں پر متحدہ اپوزیشن کے فورم سے ملک کے سیاسی نظام کو آئین کے مطابق بحال کرانے اور پھر اُسے چلانے کے لیے مخلصانہ جدوجہد کریں تو کوئی بہتر صورت نکل سکتی ہے ورنہ نیا ڈوبتی نظر آ رہی ہے۔انہیں بالآخر اسمبلیوں سے باہر آنا ہوگا۔اس سے قبل کہ صدر انہیں اسمبلیوں سے نکال دیں۔انہیں چاہئے کہ وہ عوام میں آ جائیں۔

جو ہو سکے تو ارضِ وطن بچا لیجئے
کوئی بھروسہ نہیں اپنے حکمرانوں کا

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

(دوسری و آخری قسط)

خطاب: نشتر میڈیکل کالج، ملتان
(۲۱ر فروری ۱۹۹۰ء)

امیر المؤمنین، خلیفہ راشد
سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

اب عام زندگی میں خوشحالی کی طرف آیئے! جامع مسجد دمشق میں دو مینار تھے ان پر دو آدمی مقرر ہوئے جو عصر اور مغرب کے درمیان کھڑے ہو کر روزانہ آواز دیتے کہ کوئی مسافر؟ کو نو وارد؟ کوئی پریشان آدمی جو اس شہر میں آیا ہو اور یہاں اس کے متعلق کوئی آدمی نہ ہو، مسجد میں آجائے۔ اس کے کھانے کا بندوبست کیا جائے گا۔ ہر وہ بچہ جو پیدا ہوا اس کے لئے آدمی مقرر تھے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کی اطلاع بیت المال کے محاسب کو یا اس کے خزانچی کو دی جائے تا کہ وہ نام درج کرے اور اس کا وظیفہ مقرر کیا جائے۔ ہمارے ہاں تو ٹیکس ہی ٹیکس ہے۔ یہاں عوام کو کچھ دینے کے لیے تو نوکر نہیں ہیں البتہ چھیننے کے لیے بہت سے نوکر رکھے ہوئے ہیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حج کے لئے گئے۔ ام المؤمنین سیدۃ الطاہرات، سیدۂ کائنات، عائشہ صدیقہ، الطاہرہ البتول العذراء، الحمیرا رضی اللہ عنہا کے متعلق کہا کہ ان کی خدمت میں جایئے اور ان کو میرا سلام کہیے اور ان سے کہیں کہ میں سخت آزمائش میں ہوں، حکمران کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نصیحت جو میرے علم میں نہ ہو مجھے فرمایئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حج سے واپس آ کر کہنے لگے، میں نے پیغام دیا تھا اور اماں جان سے سلام عرض کیا تھا۔ انہوں نے یہ پیغام دیا ہے اور حدیث سنائی ہے:

''کہ جس حکمران نے اپنے اور لوگوں کی ضروریات کے درمیان حجاب قائم کیا، پردہ حائل کیا، رکاوٹ پیدا کی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کی ضروریات کے مابین پردہ حائل کر دیں گے'' جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور اسی وقت حکم دیا کہ سب حکام کو بلاؤ۔ پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہر شہر میں ایسے لوگ مقرر کئے جو لوگوں کے گھروں میں جا کر کنڈی کھٹکھٹا کر کہیں کہ تمہاری ضروریات کیا ہیں؟ یوں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایسی مکمل اسلامی فلاحی ریاست قائم کی جس کی مثال ان کے بعد آج تک قائم نہ ہو سکی۔

تاریخ کو پڑھنا ہے تو پھر تاریخ کے طالب علم بن کر پڑھو۔ ہاں اگر تم سیکولر مائنڈ بلڈ اپ کر چکے ہو اور اپروچ بھی سیکولر ہے تو پھر دونوں طرف سیکولرازم چلے ایک طرف نہیں۔ بعض لوگ یوم مئی پر شکاگو کے یہودی مرداروں کو شہداء کہتے ہیں، ان کی تعریف کرتے ہیں۔ یہ سیکولرازم ہے۔ حالانکہ شہادت کا درجہ صرف اسلام میں ہے اور یہ مسلمانوں کے

لیے ہے۔اس کی بس اتنی حقیقت ہے کہ ایک طبقے نے قربانی دی ہے' مزدوروں کے کاز کو اس سے بڑا فائدہ پہنچا ہے۔ برٹنڈ رسل کتنا بڑا آدمی ہے' مذہباً یہودی تھا، اس کی یہودیت کا کمال یہ ہے کہ اس نے شمالی ویت نام میں امن قائم کرنے کے لیے لوگوں کو ننگا کر کے جلوس نکالا۔ یہ ہے سیکولرازم کا تقاضا۔ اگر کسی دوست کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مناسبت نہیں تو نہ ہو' وہ جانے اور اس کا خدا جانے۔ ہم اللہ کی طرف سے ٹھیکیدار تو نہیں کہ ضرور منوائیں۔ ہم منوائیں گے نہیں بلکہ بتائیں اور سنائیں گے۔ اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ میں کوئی خوبی ہے تو اس کو تسلیم کرنے میں تکلیف کیوں ہے؟ ہمارا حال تو یہ ہے کہ چار ''صوبیوں'' کا ملک نہیں سنبھالا جا رہا' اُدھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت ۱۹ سال کچھ مہینوں پر مشتمل ہے' ۲۰ سال گورنری کے الگ ہیں۔ تاریخ اسلام میں کسی خلیفہ ٔ راشد کا اتنا طویل دورِ حکومت نہیں۔ ۶۵ صوبوں کا ملک ہے' ۶۷ لاکھ مربع میل کے حکمران ہیں۔ اگر ان بچاروں سے کوئی غلطیاں ہو بھی گئیں تو یہ انسانی زندگی کے تقاضوں میں سے ہے' رہی (Nomination) نامزدگی کی غلطی! تو یہ غلطی نہیں ہے جناب۔ ہاں ہاں! ذرا سنبھل کے۔ یہ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ محبت میں اتنا نہ بڑھ جایئے کہ آدمی حقیقتیں بھولنا شروع ہو جائے۔ تاریخ اسلام میں بیٹے کی نامزدگی سب سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ اگر یہ گناہ ہے تو پھر ہمت کرو اور آؤ! پھر بتاؤ کہ کون کون گناہ گار ہے۔ ایک کو نہ کہو سب کو کہو۔ یہ ہماری درخواست ہے' ہم ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے ہیں کہ بھائی اگر قرآن وحدیث میں نامزدگی حرام ہے تو پھر ہمیں بھی بتاؤ ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے اور اپنے مؤقف سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور اگر نامزدگی گناہ نہیں ہے تو پھر کسی کے لیے بھی گناہ نہیں ہے اور یقیناً گناہ نہیں ہے۔ خود سرورِ کائنات، اعلم الناس، معلم الناس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا۔ انتخاب کے لیے ووٹ نہیں مانگا' حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا ووٹ نہیں مانگا' خاندان اور غیر خاندان میں سے کسی کی رائے تک نہیں لی۔ درمیان میں ایک ضمنی بھی پر کر دوں' یہ آپ کی محبت بھری محترمہ جمہوریت کہاں سے ٹپک پڑی؟ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تو جمہوریت اچھی نہیں لگتی لیکن جونہی یہ سب کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جائے تو آپ کہتے ہیں جی جمہوریت! بھئی ہے تو پھر وہاں بھی اس کا اطلاق کرو۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلیٰ پر کھڑا کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازیں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھیں۔ بقولِ عدو کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نعوذ باللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کی۔ سوال ہے کہ پھر علی رضی اللہ عنہ کیوں چپ رہے؟ آج یہاں حکمرانوں پر تنقید ہو تو ناقد کی انتڑیاں باہر نکال دی جاتی ہیں اور اس کا سر پھوڑ دیا جاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی رہی اور مولا علی رضی اللہ عنہ تماشہ دیکھتے رہے؟ تاریخ کا جھوٹ اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر عدم اعتماد ہے۔ قرآن تو اُن کو معیارِ حق، اُن کے ایمان کو حجت، اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ کامل اور آپس میں رحم دل قرار دیتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سمیت کوئی بھی صحابی رضی اللہ عنہ اس کردار کا مالک نہیں تھا۔ سب کے سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور فرماں بردار تھے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں اُن سے راضی ہو گئے۔

میرے ابا (امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) پر بمبئی میں خنجر سے ایک آدمی نے حملہ کیا۔ ایک پٹھان تھا ''بچہ نور'' وہ کود کر آگے آ گیا اور خنجر اس کے پیٹ میں لگا۔ انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ اپنے ہاتھوں میں انتڑیاں اٹھا کے کہنے لگا...... ''شاہ جی! میں تو قربان ہو گیا''۔ میرا باپ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ نبی ﷺ جس گھوڑے پر سوار ہوں نہیں، جس گدھے پر سوار ہو جائیں اس گدھے کی دم پر جو میل لگی ہوئی ہے کروڑوں اربوں عطاء اللہ شاہ بخاری اس پر قربان۔ اگر اس کے لیے محبت کا اتنا جذبہ ہے اور لوگ یوں قربان ہو رہے ہیں تو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے اگر محمد ﷺ کی آبرو خطرے میں تھی تو علی رضی اللہ عنہ قربان ہو جاتے اور توہین کرنے والے کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے۔ لیکن ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ یہ تاریخ کے کذاب راویوں کا صریح جھوٹ ہے۔

میں آپ کو یہاں گزشتہ صدی کی ایک مثال دینا چاہوں گا۔ کارل مارکس برطانیہ میں اینگلز کے ہاں بھیک مانگتا رہا، ٹکڑے اس کے کھاتا رہا اور نظریہ سرمایہ داروں کے خلاف ایجاد کیا۔ ٹکڑے سرمایہ دار کے کھائے اور رگڑا بھی سرمایہ دار کو دیا۔ برطانیہ میں آج تک انقلاب نہیں آسکا لیکن ۱۹۱۷ء میں روس میں اشتراکی انقلاب آ گیا۔ اس کے ماننے والے پیدا ہوئے، اب اس نظریے کے خلاف جہاں بھی کوئی آواز اٹھے، اس کو کسی بھی طریقہ سے دبا دیا جاتا ہے۔ کارل مارکس، سٹالن یا لینن کو برا کہیں تو تکلیف ہوتی ہے اور وہ دوست جو اشتراکیت قبول کرتے ہیں اگر ان کو گالی دو تو ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ سٹالن اور لینن کو ماننے والے ان پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ سٹالن اور لینن نے اپنے ماننے والوں کو کامریڈ کہا۔ یہ پہلی جماعت ہے جس نے کارل مارکس کے نظریہ کو برپا کیا اور کمیونسٹوں کے بقول یہ دنیا کے عظیم سچوں کی جماعت ہے۔ یہ تو محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی نہ ماننے والوں کا کردار ہے۔ جو نبی ﷺ کو ایک فاؤنڈر اور ایک نظریہ کے بانی کی حیثیت سے مانتے ہیں۔ دوسری طرف تاریخ و سیرت میں یہ روشن مثال موجود ہے اور پوری امت مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے کوئی نظریہ نہیں دیا بلکہ اللہ کی طرف سے وحی کیا ہوا دین پیش کیا۔ اُسے قبول کرنے والے لوگ پیدا ہوئے۔ انہوں نے اس کے لیے قربانیاں دیں، ماریں کھائیں، گھر چھوڑا، وطن چھوڑا، اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی جانیں قربان کیں بلکہ سب کچھ قربان کر کے دین محفوظ کیا، تب اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان سب کو سچا کہا کہ یہ میرے وفادار ہیں۔ اب اگر میں پندرھویں صدی میں اٹھ کر کہوں کہ میری بیس سال کی ریسرچ کا نچوڑ یہ ہے اور جناب میں نے شب و روز مطالعہ کیا، میں نے دنیا کی لائبیریریاں کھنگال ڈالیں اور میں نے ان کتابوں کو ازبر کر لیا ہے۔ میں نے ایک ایک دائرے پر نشان لگا دیا ہے۔ کیا؟ کہ وہ لوگ سچے نہیں تھے مان لوں میں؟ سٹالن کے دوستوں کو سچا مان لوں، ابراہم لنکن کے ماننے والوں کو سچا مان لوں؟ قائد اعظم کے ساتھیوں کو سچا مان لوں، عطاء اللہ شاہ بخاری کے فداکاروں اور رفقاء کو سچا مان لوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ماننے والوں کو جھوٹا کہوں؟ لعنت ہے اس تصور پر!

خدا جانے تمہیں کیا ہو گیا ہے
خرد بیزار دل سے دل خرد سے

اس کا نام ریسرچ ہے؟ پھر ہمارا یہ دین جو قیامت تک رہنا ہے اگر اسکی ابتدا ہی جھوٹ سے ہوتی ہے تو انتہا سچ کیسے؟ اور پھر آج کے دن یہ دین سچا کیسے؟ اگر اس کی پہلی جماعت جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے مان کیا ہے اور بدر کے مقام پر اللہ سے کہا کہ ان کو اگر شکست ہوگئی تو اس دھرتی پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور کھڑے ہو کر دعا نہیں مانگی نہ غار میں چھپ کے! سجدہ میں گر کے، یہاں تک کہ آنسوؤں سے مٹی کیچڑ بن گئی اور صحرائے بدر سیراب ہوگیا:

اللھم ان تھلک ھذہ العصابة من اھل الاسلام لاتعبد فی الارض

''اے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ جماعت آج ہلاک ہوگئی تو زمین میں تیری عبادت نہ کی جائے گی''۔

کیا نبی جھوٹوں اور منافقوں کے لئے دعا مانگ رہے تھے؟ عقل نہیں مانتی۔

جناب محترم! اس دین کو قیامت تک رہنا ہے' ایسا دین جس کو سچوں کی ضرورت ہے، جھوٹوں کی نہیں۔ یہ دین قائم ہی تب ہوا جب انتہائی سچے اور مخلص لوگوں نے اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیا پھر اس دین کے خالق نے قرآن کریم میں دنیا کی سب سے بڑی سچوں کی جماعت کے بارے میں فیصلہ فرمادیا۔

اولٰئک ھم الصادقون بے شک وہی سچے ہیں

اور پھر امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اے معاویہ!

ربنا وربکم واحد ،نبینا ونبیکم واحد ، کتابنا وکتابکم واحد ،اما الاختلاف فی قصاص عثمان

''ہمارا تمہارا رب ایک ہے' ہمارا تمہارا نبی ایک ہے، ہماری تمہاری کتاب ایک ہے، تیرا میرا اختلاف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے طریقہ کار پر ہے۔''

یہ تاریخ نہیں ہے کیا؟ میں طالب علم ہوں بھائی! مجھے کسی تاریخ میں دکھا دیجئے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے پورے ساڑھے چار سالہ دور خلافت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی ایک برا لفظ کہا ہو اور یہ بات بھی چیلنج کرتا ہوں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیس سالہ دور خلافت بیس سالہ دورِ گورنری میں ایک واقعہ اور ایک جملہ ایسا بتاؤ کہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی توہین کی ہو اور یہاں پراپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ اجی منبروں پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دی جاتی رہیں۔ بھئی کونسی گالی دی گئی؟ نام لو نا ذرا! ابوتراب گالی ہے کیا؟ علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کس نے کہا؟ حضور ﷺ نے! اگر کوئی ابوالحسن کہنے کی بجائے یا ابا تراب کہہ دے تو یہ گالی ہے؟ اس کے علاوہ میرا کوئی دوست ڈھونڈے۔ جب تک میں زندہ ہوں کسی مسلک کے دوست کو اگر وہ گالیاں مل جائیں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دی جاتی تھیں، جو معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دوستوں نے دی ہیں' مجھے ڈھونڈ دو تا کہ

میں اپنے مسلک کو تبدیل کرلوں۔ کتنی اچھی بات ہے کہ میں ان دوستوں کے ساتھ مل جاؤں جو انہیں اچھا نہیں سمجھتے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ اس ابوتراب کے سوا کوئی ایک جملہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نہیں کہا۔

باقی یہ بات کہ ''جب دو آدمی آپس میں لڑتے ہیں تو ایک حق پر ہوتا ہے اور ایک باطل پر......'' یہ خودساختہ فلسفہ ہے۔ یہ مفروضہ آپ نے کہاں سے گھڑ لیا کہ دو لڑنے والوں میں سے ایک ہمیشہ حق پر ہوتا ہے اور ایک ہمیشہ باطل پر۔ دو لڑنے والے' دونوں سچے بھی ہو سکتے ہیں، اور جھوٹے بھی۔ دونوں غلط فہمی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے۔ یہ سبائی اور رافضی اختراع ہے کہ ایک ضرور جھوٹا اور ایک ضرور سچا ہوگا۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول، خاندان اہل بیت کا کوئی جملہ، کوئی کلمہ اس نام نہاد نظریہ کے حق میں نہیں ملتا۔ جھوٹوں نے تاریخ میں خود ہی گھڑ لیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگ کی اور کہا ہو کہ عائشہ باطل پر ہے یا سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو باطل کہا ہو؟ باغی، فاسق، خاطی، سلطان جائر یا کوئی اور جملہ کہا ہو تو لاؤ میں بھی دیکھوں۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ ہمارے جیسے اخلاق کے مالک تھے؟ نشتر میڈیکل کالج کے اساتذہ، طلباء، ہم مولوی وغیرہ ہمارے جیسے اخلاق بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں پیدا نہیں فرما سکے؟ پندرہ سو سال بعد ہمیں تو اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہونے کا دعویٰ ہے' کیا ہم آنکھوں پر پٹی باندھ کر جو کچھ کہا جائے اسے مان لیں؟

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہاشم اور اُمیہ جڑواں پیدا ہوئے اور اُن کی پشتیں آپس میں جڑی ہوئی تھیں' تلوار سے ان کو جدا کیا گیا۔ لہٰذا قیامت تک ان میں لڑائی پیدا ہو گئی۔ نجانے کس کتاب میں لکھا ہے' کہاں لکھا ہے؟ یہ سراسر جھوٹی کہانی ہے

سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ٥ (القمر:٢٦، پ:٢٧)

''ان کو کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا خود پسند ہے)''

یہ مقطوع النسب کی روایت نجانے کہاں سے اٹھا لائے اور اگر ہم اس جھوٹ کو مان بھی لیں کہ دونوں بھائیوں کی پشتیں آپس میں جڑی ہوئی تھیں اور تلوار سے ان کو علیحدہ کیا گیا تو پھر کیا بغض رکھنے والے آپس میں بیٹیاں بھی دیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن بی بی اروی جناب عفان (اموی) کی بیوی ہیں اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں اور پھر جناب سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ (اموی) کی صاحبزادی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیر بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو اپنے والد کے اسلام لانے سے پہلے آئیں۔ بات جھگڑے کی نہیں' سمجھنے سمجھانے کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں دین کی بات اپنی طرف سے نہیں کرتا' جو اللہ کہتا ہے وہی کہتا ہوں۔ تمام امت کے علما و فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی علیہ السلام سے بڑا مجتہد کوئی نہیں ہوتا، نبی اجتہاد بھی کرتا ہے اور نبی کا اجتہاد کبھی غلط نہیں ہوتا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی رضی اللہ عنہ مجتہدِ مطلق

ہے اور کسی غیر مجتہد کو کسی مجتہد پر تنقید کا کوئی حق نہیں۔

اجتہاد کو خطا قرار دینے کا شوق تو آج کل بہت زور سے چل رہا ہے۔ خصوصاً سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کا اجتہاد عنادی تھا اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اجتہاد خطائی تھا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہمارا جو مسلک اور عقیدہ ونظریہ ہے وہ قرآن کی اس آیت کے ماتحت ہے جو ہمیشہ میں آپ کے سامنے پڑھا کرتا ہوں:

لا یستوی منکم من الفق من قبل الفتح و قاتل......الحسنی (الحدید:۵)

فتح مکہ سے پہلے والے مسلمان اور ان کا انفاق و جہاد ہی ان کا درجہ بڑھانے کے لیے سب سے بڑی دلیل ہے اور وہ بہت اعلیٰ درجہ کے مسلمان ہیں مگر فتح مکہ کے بعد کے لوگ، وہ بھی کم درجہ کے نہیں۔ فتح مکہ سے پہلے کے لوگ درجہ میں ان سے بڑے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ اس دور کے کچھ لوگ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم اہل حق ہیں۔ وہ شخص جو صحابی رسول ہے، جو پروردۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، وہ جو نبی کا تربیت یافتہ ہے، کاتب وحی ہے اور رسالت کی گود میں جس نے شعور وایمان کی آنکھ کھولی ہے، اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے کہ وہ حق پر نہیں ہے؟ سمجھنے کی بات ہے! ہم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس لئے حق پر کہتے ہیں کہ وہ صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان، آپ کی عظمت وبزرگی، آپ کی اوّلیت وسابقیّت، آپ کی بلندی وبرتری کو کون نہیں مانتا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے درجات میں، فضائل میں، شمائل ومحامد میں بہت بلند وبرتر ہیں اور انہوں نے کبھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا نہیں کہا، ناحق نہیں کہا، کہیں ایک جملہ نہیں کہا۔ اور کبھی فضائل و درجات کے میدان میں مقابلہ بازی نہیں کی۔ یہ اس دور کے کسی بھی انسان کا رویہ تو ہوسکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا نہیں ہوسکتا۔ یاران پیکرِ ظلم وتشدد سے ایک سوال ہے کہ پہلے امام علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے حسن رضی اللہ عنہ اور امامت کے متعلق ان کا عقیدہ ونظریہ ہے کہ: **الامام مامور من اللہ و مبعوث مفترض السمع و الطاعة**

امام مامور من اللہ ہوتا ہے مبعوث ہوتا ہے اور اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے۔ اب امام حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔ ان کے عقیدے کے مطابق امام حسن رضی اللہ عنہ مامور من اللہ ہیں اگرچہ امت کے اجماعی عقیدے کے مطابق ماموریت ختم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کائنات میں کوئی مامور من اللہ نہیں۔ ماموریت، مبعوثیت، معصومیت، امامت اور وحی کا سلسلہ بند ہے۔ لیکن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جن کے نزدیک امام معصوم اور ہیں، مامور من اللہ ہیں، حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرسکتے ہیں، جنہیں شریعت میں تبدیلی کا حق ہے، انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ہے۔ ان کی آپ کے ہاں کیا پوزیشن ہے؟ کسی کو گالی دینے سے پہلے سوچو اور فیصلہ کرو کہ ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ ہم تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو مانتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب نے اپنے بیٹے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو وصیت

کی تھی:

لا تکرھوا امرۃ معاویۃ "میرے بیٹے! یادرکھنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو ناپسند نہ کرنا"

باپ کہتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو ناپسند نہ کرنا اور بیٹے نے بعد میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی۔ جی ہاں! اور میں یہ بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ انہوں نے مال کے بدلے میں صلح کرلی' ایسا ہرگز نہیں ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا اہل سمجھتے ہوئے وراثت سپرد کی' وہی خلافتِ راشدہ جو انہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے وراثت میں ملی۔ ہمارے جو دوست کہتے ہیں کہ جناب وہ خلافت نہیں بادشاہت تھی۔ ایک بات ان سے پوچھتا ہوں کہ جب خلافت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس تھی تو خلافت تھی، جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تو بادشاہت کیسے ہوگئی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو تین مرتبہ امارت کی بشارت دی:

یا معاویۃ ان ولیت امراً ،یا معاویۃ ان ملکت امراً ،ان ولیت امراً فاتق اللّٰہ واعدل.

کہ اے معاویہ! جب امارت تمہارے سپرد ہو تو تقویٰ اختیار کرنا اور لوگوں میں عدل قائم کرنا۔

میں تاریخ کا طالب علم ہوں ہر چند کہ ہمیں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تاریخ کے ذریعے نہیں پہچاننے بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں پہچاننے ہیں لیکن اگر کسی کو شوق چرائے تو وہ تاریخ کا مطالعہ کرے ہم اس سے گفتگو کے لیے حاضر ہیں۔ بحث و مناظرہ نہیں' بڑے پیار اور محبت سے اور تاریخ کے حوالوں سے۔ سوال یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر چلے یا خلاف چلے' اس معاملہ میں انصاف آپ نے کرنا ہے۔ لے دے کے صرف ایک بات رہ جاتی ہے کہ جناب بیٹے کو نامزد کردیا! کیا بیٹے کو نامزد کرنا اسلام میں کفر ہے؟ قرآن پاک ،احادیث مبارکہ اور جتنی بھی متداول وغیر متداول کتب ہیں ان کو ملاحظہ فرمائیے اپنے اپنے پسندیدہ بزرگوں کے پاس جائیے اور ان سے درخواست کیجیے کہ قرآن وحدیث میں کہیں ایک جملہ دکھادیں جہاں یہ لکھا ہو کہ جو اپنے بیٹے کو خلیفہ نامزد کرے گا' اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ ہم نے تو ایسا کہیں نہیں پڑھا اور نہ سنا ہے کہ اپنے بیٹے کو نامزد کرنا حرام ہے۔ آپ کے دل ودماغ پر دراصل جمہوریت کا عفریت مسلط کردیا گیا ہے۔ یہ جمہوریت کا بھوت آپ کو گھمارہا ہے، چکر پہ چکر دے رہا ہے۔ آپ معترضین کے سامنے سے پردے ہٹانے کی کوشش کریں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا تو وہ کہیں گے اجی انہوں نے تو کوفیوں سے پوچھا تھا، تو وہاں بھی شامیوں سے پوچھا تھا۔ اگر کوفیوں کے پوچھنے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو خلافت دی جاسکتی ہے تو پھر شامیوں کے پوچھنے پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو خلافت کیوں نہیں دی جاسکتی۔ بات تو پھر کوفے اور شام والوں کی ہوگئی نا! شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی: **اللھم بارک فی یمننا وفی شامنا**

اور احادیث میں ایسی روایات ملتی ہیں کہ ابدال جو صوفیا کا ایک خاص گروہ ہیں وہ شام میں ہوں گے، کوفے میں

نہیں ہوگے۔ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شام والوں کو دعا دیتے ہوئے فرمایا:**ھم الطائفة المنصورہ** کہ یہ مدد یافتہ گروہ ہے' جو ان کے مقابلہ پر آئے گا اللہ تبارک وتعالیٰ ان پر اس کو فتح ونصرت عطا فرمائے گا۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جناب سیدنا حسن اور سیدنا حسین صلوات اللہ علیہما سال میں دو مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں جایا کرتے تھے۔**وکان یکرمھما** اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات کا اکرام کیا کرتے تھے **ویعطیھما** اور ان کو بہت سا مال پیش کیا کرتے تھے اور وہ قبول کیا کرتے تھے۔تم تاریخ کی کتابوں سے یہ بات تلاش کر کے دکھاؤ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دیئے ہوئے مال کو حسن وحسین رضی اللہ عنہما نے واپس کیا ہو۔ایک دفعہ بھی رد کیا ہو بلکہ ہوا یوں کہ بیس لاکھ دینار سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیئے۔سیدنا حسن رضی اللہ عنہ شام سے چلے' ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ چلتے چلتے راستے میں غریب مسلمانوں میں تقسیم کرتے کرتے مدینہ طیبہ سے سومیل ورے وہ دولت ختم ہوگئی پھر رات وہیں پڑاؤ کیا اور عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ جو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بہنوئی بھی ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی کے بیٹے بھی۔انہیں شام واپس بھیجا کہ جاؤ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے دوبارہ مال لے کر آؤ۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے اور کہنے لگے یا امیر المؤمنین کچھ رقم اور دیجئے! فرمانے لگے ابھی تو کچھ دن پہلے لے کر گئے تھے انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ان کے پاس کچھ نہیں رہا۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے طنز لطیف سے کہا:

لاخیر فی الاسراف کہ''اسراف میں خیر نہیں ہے'' اور یہ کہہ کر دو لاکھ اور ہدیہ دے دیا۔عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ دوبارہ وہاں پہنچے اور بتایا کہ میں نے امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا اور انہوں نے مجھے یہ الفاظ کہے ......**لاخیر فی الاسراف** تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا:

لا اسراف فی الخیر کہ''خیر کے بانٹنے میں اسراف نہیں ہے''اور قرآن نے تو دولت کو خیر ہی کہا ہے جیسے قرآن پاک میں آتا ہے:**وانہ لحب الخیر لشدید**

قرآن نے تو دولت کو خیر کہا ہے اسی لیے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ **لااسراف فی الخیر** کہ یہ جو میں دولت تقسیم کر رہا ہوں، اس میں اسراف نہیں ہے۔خیر کے تقسیم کرنے میں اور اس کے بانٹنے میں' مساکین،فقراء،غرباء، یتامیٰ ،بیوگان کا حق ان کو دینے میں خیر ہے۔عمل بھی خیر، مال بھی خیر ہے۔اس میں جتنی بھی زیادتی کرتے چلے جاؤ گے اسراف نہیں ہے۔اس میں قبولیت کا درجہ ہے۔

حضرات! یہ مختصر سی گزارشات تھیں جو آپ کی خدمت میں عرض کر دیں۔پھر کبھی موقع ملا تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے دیگر پہلوؤں پر کچھ عرض کروں گا۔(ان شاء اللہ) بہر حال آج کی شام' امیر وامام کے نام......

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پروفیسر عابد صدیق مرحوم (بہاول پور)

میرا یہ اعزاز کم نہیں ہے!

میرا یہ اعزاز کم نہیں ہے
کہ میرے ہاتھوں میں وہ قلم ہے جو وقفِ وصفِ صنم نہیں ہے
رہینِ رودادِ غم نہیں ہے
نہ زلف و عارض کے رات دن ہیں-- نہ مسکراہٹ کی بجلیاں ہیں
نہ تیغ ابرو، نہ خارِ مژگاں، نہ تیر نظروں کے بے اماں ہیں
نہ استعاروں کے چیستاں ہیں
میں سوچتا ہوں
میں سوچتا ہوں مرے خدا کا یہ مجھ پہ تھوڑا اکرم نہیں ہے
کہ ذکرِ شعلہ رخاں سے روشن مری زبانِ قلم نہیں ہے
میرا یہ اعزاز کم نہیں ہے

سعادتِ مدحتِ پیمبر ﷺ
بجز مقدر
سوائے احسان ورحمتِ حق-- نصیب کس کا، کسے میسر؟
یہ محض اس کے کرم سے ممکن ہے جو ہے رب بزرگ و برتر
وگرنہ ہم کیا
بساطِ الفاظ کیا، قلم کیا،
عبارت آرائی و بیاں کیا، ہماری تحریر کیا، زباں کیا
فضیلتِ نطق دے کے ہم کو لیا ہمارا ابھی امتحاں کیا
کریں ہم اس کی ثنا رقم کیا
بساطِ الفاظ کیا، قلم کیا؟

میں ڈر رہا ہوں
ثنائے آقائے دو جہاں کی اگرچہ کوشش بھی کر رہا ہوں
میں اس تصور سے کانپتا ہوں، اگر یہ سوچوں کہ مر رہا ہوں
میں ان کو پہچان بھی سکوں گا؟
سوال مجھ سے اگر یہ ہوگا کہ کون ہیں یہ -- تو کیا کہوں گا؟
میرے خدا! اف میں کیا کروں گا

میری دعا ہے
سراپا رحمت نبی اُمی کا واسطہ ہے
میری زباں کو جو ذکرِ آقا سے اے خدا تو نے تر کیا ہے
تو اس قدر لطف اور فرما
مجھے وہ توفیق دے عمل کی کہ ان کے رستے پہ یوں چلوں میں
اور ان کی ہر ہر ادا کی تقلید اس طریقے سے کر سکوں میں
کہ اس سے پہلے کہ کچھ کہوں میں
حضور فرمائیں: ''اس کو چھوڑ و، یہ شخص تو میرا امتی ہے۔''

(۱۹۷۷ء)

سید کاشف گیلانی

آہ! سید امین گیلانیؒ

دیکھ کر اس کا سحرِ تابانی خود تحیّر ہے محوِ حیرانی
اس کی ٹھوکر میں تاجِ شاہی تھے اس کی زد میں تھے تختِ سلطانی
بے ضمیری ہے کافری کا ثبوت غیرتِ عشق ہے مسلمانی
بھا گئی تھی قلندری اس کو طرزِ بوذرؓ ، طریقِ سلمانیؓ
منہ سے نکلے تو حرف موتی تھے اس پہ نازاں رہی زباں دانی
کیسی کیسی تھیں خوبیاں اس میں خوش دلی ، خوش روئی ، خوش الحانی
وہ خزانہ تھا علم و دانش کا کیوں نہ گریاں ہو تنگ دامانی
زہد و تقویٰ شعار تھا اس کا جہد تھی ، اس کی فطرتِ ثانی
اس نے ہر ہر نفس جہاد کیا اس کا ہر ہر قدم تھا قربانی
اس نے دنیا کو خوب پہچانا ہائے دنیا نہ اس کو پہچانی
زندگی بھر رہی اسے حاصل شاہِ جنّ و بشر کی دربانی
اس سے باطل لرز لرز اٹھا اللہ اللہ وہ جوشِ ایمانی
سوگیا زیرِ خاک مردِ فقیر ہم بھی فانی ہیں وہ بھی تھا فانی
لٹ گیا ہوں میں اس کے جانے سے آنکھ پر نم ہے دل میں ویرانی
چشمِ کاشفؔ سے محو ہو کیسے
آہ! سید امین گیلانی

علامہ انور صابری مرحوم

خود فراموشی

جس دَور پہ نازاں تھی دنیا، ہم اب وہ زمانہ بھول گئے
دنیا کی کہانی یاد رہی اور اپنا فسانہ بھول گئے
وہ ذکرِ حسیں رحمت کا، امیں کہتے ہیں جسے قرآن مبین
دنیا کے نئے نغمے سیکھے' عقبیٰ کا ترانہ بھول گئے
اغیار کا جادو چل بھی چکا، ہم ایک تماشا بن بھی چلے
اپنا تو مٹانا یاد رہا ' باطل کو مٹانا بھول گئے
انجام غلامی کیا کہیے ' بربادی سی بربادی ہے
جو درس شہ بطحا نے دیا 'دنیا کو پڑھانا بھول گئے
عبرت کا مرقع یہ پستی ہے' قابل حیرت یہ ہستی
دنیا کو جگانا یاد رہا 'خود ہوش میں آنا بھول گئے
تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انورؔ!
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

....

(منقول: روزنامہ ''آزاد' لاہور۔ ۲۷ر فروری ۱۹۵۰ء)

پروفیسر خالد شبیر احمد

غزل

حیا نظر میں نہیں ہے سکوں نگر میں نہیں
خلوص ومہرو محبت کسی بھی گھر میں نہیں
رہینِ صبر ہوا غم تو پھر فغاں کیسی؟
کوئی بھی یاس کا منظر میری نظر میں نہیں
نوید ِ خلد مبارک تمہیں جنوں والو!
جہانِ شوق کشادہ سحر سفر میں نہیں
بجا کہ سرپہ ہے رکھی یہ شوق کی چادر
مکاں میں میں ہوں مقید مگر میں گھر میں نہیں
خیال وشوق کا تیرے ازل سے دل ہے اسیر
کوئی بھی دوسرا تجھ سا میری نظر میں نہیں
کبھی تو اپنے ہی در پہ میں آپ دستک دوں
کہوں بھی آپ' کہ آؤ کوئی بھی گھر میں نہیں
ہے ساتھ میرے میری وحشتِ جنوں خالدؔ
قیام کوئی کہیں بھی میرے سفر میں نہیں

مولانا محمد احمد حافظ

بین المذاہب مفاہمت......کس بنیاد پر؟

صدرِ پاکستان جنرل پرویز مشرف امریکہ کے ہنگامہ خیز دورے سے واپس آ چکے ہیں۔ دورۂ امریکہ کے دوران انہوں نے جنرل اسمبلی کے علاوہ متعدد کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ قیامِ امریکہ کے دوران امریکن جیوش کانگریس سے خطاب خاصے کی چیز تھی۔ ذرائع ابلاغ اس خطاب کو تاریخی وقوعہ قرار دیتے ہوئے امکانی طور پر دوررس نتائج کی توقع کر رہے ہیں۔ باور کیا جا رہا ہے کہ جنرل پرویز مشرف نے جنرل اسمبلی کے اجلاس، بین المذاہب کانفرنس برائے امن اور امریکن جیوش کانگریس کے علاوہ دیگر درجن بھر سے زائد کانفرنسوں سے جو خطابات کیے ہیں' ان کی وجہ سے جنرل پرویز کے بارے میں مسلم امہ کے عالمی لیڈر ہونے کا تاثر ابھرا ہے۔

جنرل پرویز نے ''بین المذاہب کانفرنس برائے امن'' سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

> ''مذاہب کے درمیان مفاہمت اہم سیاسی ضرورت ہے۔ بدقسمتی سے مذاہب جنہیں امن، رواداری اور مفاہمت کا منبع ہونا چاہیے تھا' وہ آج ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان بہتر مفاہمت کو فروغ دیا جائے تاکہ غلط فہمیوں کو دور کیا جا سکے۔ مختلف ثقافتوں اور مذاہب کو فروغ دینے کے لیے تعلیمی نصاب میں اصلاحات متعارف کرائی جائیں اور دیگر مذاہب کی حقیقی روح کو سمجھنے کے لیے مکالمہ ہونا چاہیے۔''

امریکن جیوش کانگریس سے خطاب کے دوران صدر صاحب نے اسلام، عیسائیت اور یہودیت کو توحیدی مذاہب قرار دیتے ہوئے کہا:

> ''تینوں بڑے مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام مشترکہ ورثہ رکھتے ہیں، ان سب کا جھکاؤ آفاقی اقدار کی طرف ہے۔ اس کے باوجود کہ تینوں مذاہب کو امید، بردباری اور امن کا ذریعہ ہونا چاہیے تھا۔ ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما دکھائی دیتے ہیں۔ یہ کیوں اور کیسے ہوا؟ کیا یہ ممکن ہے کہ مستقبل کو ایک نئی صورت دی جائے جو انسانیت یعنی ہم سب کے مفاد میں ہو۔''

صدر پرویز نے اپنے خطاب کے دوران مسلمانوں اور یہودیوں کے تاریخی تعلقات (؟) کا حوالہ دیا، عالمی جنگوں میں یہودیوں پر ہونے والے مظالم کا ذکر کیا، فلسطین و کشمیر کے علاوہ عراقی المیے کو بھی اپنے خطاب میں جگہ دی، یروشلم کے حوالے سے ایک ممکنہ حل پیش کیا، آخر میں پاکستان کی جانب سے اسرائیل کے لیے نیک جذبات کا اظہار کیا اور کہا:

> ''پاکستان کا اسرائیل کے ساتھ براہِ راست کوئی تنازعہ یا تصادم نہیں ہے اور ہم اسرائیل کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہیں۔''

قبل ازیں امریکن جیوش کانگریس کے چیئرمین جیک روزن نے استقبالیہ خطبے میں کہا:

''مسلمان ،عیسائی اور یہودی ایک ہی روایت اور بنیادی اقدار کے ایک ہی مجموعے کی تین شاخیں ہیں...... یہودیوں کو اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کی اجازت نہیں دی جاسکتی لیکن عالم اسلام کو بھی چاہیے کہ وہ یہ نظریہ ترک کر دے کہ یہودی مسلمانوں کے خلاف سازش کر رہے ہیں ......اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ پاکستان کے تعلیمی نظام اور میڈیا میں زیادہ رواداری کا مظاہرہ کیا جائے گا۔''

امریکن جیوش کانگریس دنیا بھر کے یہودیوں کے مفادات کے لیے کیے جانے والے اقدامات اور کارروائیوں کی منصوبہ بندی کرتی ہے اور امریکہ میں حکومتی سطح پر ایک بااثر کانگریس ہے۔اس کے ارکان امریکی منصوبہ سازوں کی سرگرمیوں میں مکمل طور پر شریک نظر آتے ہیں۔اس پس منظر کے ساتھ جنرل پرویز کا جیوش کانگریس کے ارکان کے سامنے خطاب کرنا غیر معمولی نوعیت رکھتا ہے۔باور کیا جارہا ہے کہ جنرل پرویز مشرف کا حالیہ دورۂ امریکہ خصوصاً جیوش کانگریس سے خطاب وطن عزیز کی داخلی پالیسیوں اور مشرقِ وسطیٰ میں بعض بنیادی تبدیلیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوگا......گذشتہ کچھ عرصہ سے روشن خیالی ،اعتدال پسندی ،رواداری اور برداشت جیسے موضوعات پر منعقد ہونے والے سیمیناروں ،کانفرنسوں اور بین المذاہب مکالمہ کی تحریک کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو پاک اسرائیل تعلقات اور امریکن جیوش کانگریس سے خطاب کا باہمی ربط سمجھ میں آتا ہے۔جنرل پرویز کے مذکورہ خطاب کے مندرجات کو اگر درست تسلیم کرلیا جائے اور موجودہ تینوں بڑے مذاہب کو ایک ہی روایت واقدار سے متعلق مان لیا جائے تو قرآنی محکمات اور نبوی تعلیمات کی عمارت منہدم ہوتی نظر آتی ہے۔قرآن مجید میں غیر مسلموں خصوصاً یہود ونصاریٰ کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کو نہایت واضح اور کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنی پیرائے میں جنرل پرویز اور جیک زون کے بیان کردہ خیالات کی قطعاً گنجائش موجود نہیں ۔عیسائیت اور یہودیت بلاشبہ آسمانی مذاہب تھے مگر نبی ﷺ کی بعثت کے بعد وہ اس شرف سے محروم ہوچکے ہیں۔اب ان کی حیثیت منسوخ شدہ مذاہب کے علاوہ کچھ نہیں۔ان مذاہب کے پاس آسمانی ہدایت موجود ہے نہ شریعت اور نہ ہی اخلاقی تعلیمات۔جو کچھ ہے وہ کفر وشرک ،لبرل ازم اور سیکولرازم کی خرافات کا مجموعہ ہے۔چنانچہ ان مذاہب کو اسلام کے برابر تصور کرنا یا اسلام کو ان مذاہب کی صف میں لاکھڑا کرنا نہایت قابل تشویش بات ہے۔جنرل پرویز اور جیک روزن کے خیالات کی ہم آہنگی سے مترشح ہوتا ہے کہ جس طرح اسلام ''الحق'' ہے،اسی طرح یہودیت وعیسائیت بھی حق ہیں۔موجودہ عیسائیت ویہودیت کو حق ماننا یا ان کے حق کو تسلیم کرنا تحریکِ وحدت ادیان کے سلسلے کی ہی ایک کڑی ہے،جو ظاہر ہے قرآنی نصوص سے متصادم نظریہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان مذاہب کے ساتھ مکالمہ (Dialoge) درست نہیں۔ہاں !ان مذاہب کے پیروکاروں کو دعوتِ اسلام ضرور دی جاسکتی ہے کہ'' **تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم ان لانعبد الاالله الخ**''

اسرائیل کے حوالے سے جو موقف اختیار کیا گیا، وہ امت مسلمہ کے ننانوے فیصد اجماع سے متصادم ہے۔اسے پاکستانی عوام کی حمایت حاصل ہے نہ عالم اسلام کی۔عالم اسلام کے ہر فرد کا دل ارض فلسطین میں بسنے والے مسلمان بھائیوں

کے ساتھ بے پناہ اور بے لوث قلبی تعلق رکھتا ہے۔ اسرائیل بلاشبہ ایک ناجائز اور بدی کی محور ریاست ہے جو اپنے قیام سے لے کر آج تک مسلمانوں کے لیے کسی قیامت سے کم نہیں رہی۔ فلسطینی بھائیوں پر ظلم وتشدد اور تعذیب وعقوبت کے بدترین حربے اسرائیل نے ہی آزمائے ہیں۔ اس کے جرائم محض فلسطین کی حدود تک محدود نہیں بلکہ اس سے باہر بھی موساد جیسی بدنام زمانہ اسرائیلی خفیہ ایجنسی نے اپنے بے پناہ جرائم ثبت کیے ہیں۔ امریکی یہودی بھی بایں طور ان جرائم میں شریک ہیں کہ انہوں نے اسرائیل کو ہر طرح کی مالی، عسکری اور اخلاقی سپورٹ فراہم کی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ جنرل پرویز بوسنیا میں تعاون کرنے والے یہودی تاجر جارج سورس کا ذکر کرتے ہوئے عراق پر امریکی قبضے کے بعد اسرائیلی خفیہ ایجنٹوں کی ٹارگٹ کلنگ کو فراموش کر گئے' جس کے نتیجے میں اب تک وہاں کے ہزاروں سائنس دان، ڈاکٹرز، پروفیسرز اور اہل علم کے علاوہ علماء ومشائخ شہید ہو چکے ہیں۔

اس وقت مسلمانوں کے علاوہ کوئی قوم یا اہل مذہب ایسے نہیں جنہیں تشدد،نفرت اور ظلم کا سامنا ہو۔ گوانتانا موبے، ابوغریب، بگرام ائیر بیس اور قندھار کے عقوبت خانوں میں مسلمان ہی مظالم سہہ رہے ہیں۔ برما، فلپائن اور تھائی لینڈ میں بھی مسلمان ہی ریاستی دہشت گردی کا شکار ہیں۔ ان تمام مظالم کا منطقی نتیجہ ہے کہ عالم اسلام میں اپنے تحفظ کے سلسلے میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے اور فکری بیداری کی اسلامی تحریکات منظّم صورت اختیار کر رہی ہیں۔ عیسائیت اور یہودیت جو بلاشبہ دہشت گردی کے جرائم میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہیں کو تحریکاتِ اسلامیہ کے آئینے میں اپنا مستقبل مخدوش نظر آ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی میڈیا مفاہمت، رواداری اور برداشت جیسے موضوعات کو سامنے لا رہا ہے تا کہ مغالطہ آمیز گفتگو کے ذریعے سادہ لوح لوگوں کو مطمئن کر کے اپنے ظالمانہ اور غاصبانہ اقدامات کو جواز اور تحفظ فراہم کیا جا سکے۔

یہاں لمحہ بھر رکتے ہوئے اس بات پر بھی غور کرتے چلیں کہ ایک طرف امریکن جیوش کانگریس کے چیئر مین پاکستان کے لیے خیر سگالی کے جذبات رکھتے ہیں' دوسری طرف وہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتے ہوئے نصاب تعلیم میں تبدیلی اور اسے ''نفرت انگیز'' جذبات سے پاک کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اور وہ میڈیا سے بھی رواداری کی توقع رکھتے ہیں......آخر کیوں؟

جنرل پرویز کے خطاب کے دوران یہودیوں کے تمتماتے ہوئے چہرے اور بار بار کلیپنگ کا مظاہرہ کس بات کی چغلی کھاتے ہیں؟ حالانکہ بظاہر جنرل صاحب نے بعض باتیں بہت سیدھی سیدھی کہی ہیں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کی کون سی ۵۰۰ سالہ جلاوطنی ختم کی تھی؟ یہ جلاوطنی کب ہوئی؟ کس نے جلاوطن کیا؟ یروشلم کو مشترکہ شہر قرار دیئے جانے میں کس کا فائدہ ہے؟ کیا یہودی مسجد اقصیٰ کے حق تولیت میں مسلمانوں کے شریک ہو سکتے ہیں؟ عیسائیت اور یہودیت کیونکر توحیدی مذاہب ہیں؟ کیا یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ مفاہمت، دوستی اور ولاء کا نظریہ قرآنی نصوص سے مطابقت رکھتا ہے؟ یہ چند سوالات ہیں جو سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھنے والی دانشوری کے ذمے ہیں۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

دینی مدارس کیا ہیں؟
ان کی بات بھی ٹھنڈے دل سے سن لیجئے!

ملک کے دینی مدارس آج کل چاروں طرف سے نہ صرف تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں بلکہ ان کے خلاف یک طرفہ اعلانات اور کارروائیوں میں روز بروز شدت آرہی ہے۔ کسی بھی ادارے پر تنقید کوئی بری بات نہیں، اگر اس ادارے کو اچھی طرح دیکھ بھال کر اور اس کے نظام اور اغراض و مقاصد کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر اس پر تنقید کی جائے تو ایسی تنقید خیر مقدم کی مستحق ہے اور اس سے ادارے کو بہتر بنانے اور ترقی دینے میں مدد ملتی ہے لیکن اگر کوئی تنقید دور دور سے محض بد گمانیوں کی بنیاد پر کی جائے تو نہ صرف یہ کہ اس سے اصلاح حال میں کوئی مدد نہیں ملتی بلکہ وہ بسا اوقات محاذ آرائی کی شرانگیز فضا پیدا کر دیتی ہے اور اگر یہ تنقید ان سرکاری ذرائع کی طرف سے ہو جن کے ہاتھ میں اقتدار کی باگ ڈور ہے اور وہ اسے عملی کارروائیوں کی بنیاد بنانے لگیں تو ایسی تنقید ظلم وستم میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ دینی مدارس کی مظلومیت یہ ہے کہ آج کل وہ اسی دوسری قسم کی تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں جو ٹکسالی فقرے آج ہر نقاد کی زبان پر ہیں ان میں اکثر وہ ہیں جو ان مدارس کے مشاہدے اور معروضی تجزیہ پر نہیں بلکہ ان مفروضوں پر مبنی ہیں جو دور دور سے ذہن میں قائم کر لئے گئے ہیں اور انہیں ایک مسلم حقیقت سمجھ کر دن رات ان کی تشہیر کی جارہی ہے۔ اس بات کی تصدیق بآسانی اس طرح کی جاسکتی ہے کہ جو حضرات دینی مدارس کے بارے میں یہ چلتے ہوئے فقرے تکیہ کلام کی طرح بولتے رہتے ہیں کہ

''ان مدرسوں میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے، دینی مدرسوں میں عصری مضامین بھی پڑھانے چاہئیں، کیا وجہ ہے کہ ان مدرسوں سے سائنسدان پیدا نہیں ہوتے؟'' وغیرہ وغیرہ۔ ان سے یہ پوچھ کر دیکھ لیجئے کہ کیا آپ نے کوئی مدرسہ خود جا کر دیکھا ہے؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ کیا کیا مضامین کن مرحلوں میں پڑھاتے ہیں؟ مجھے یقین ہے کہ ان میں سے اکثریت کا جواب نفی میں ہوگا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ تنقید کتنی منصفانہ اور کتنی وزن دار ہے۔

پروپیگنڈے کے اس نقار خانے میں جہاں فضا ایسی بنادی گئی ہے کہ ان دینی مدارس کی حمایت میں کچھ بولنا اپنے سر پر دقیانوسیت، رجعت پسندی، بلکہ دہشت گردی تک کا الزام لینے کے مترادف بن گیا ہے۔ میں آپ کو انصاف کے نام پر دعوت دیتا ہوں کہ براہ کرم ایک مرتبہ خود ان دینی مدارس کے نمائندوں کی بات بھی ٹھنڈے دل و دماغ سے سن لیجئے اور ان مدارس کی صحیح صورتحال ان کی زبانی معلوم کر کے اپنے ذاتی مشاہدے سے اس کی تصدیق کر لیجئے، اس کے بعد بیشک آپ جو تنقید کریں یا جو اصلاحی تجاویز پیش کریں وہ خیر مقدم کی مستحق ہوں گی۔

پہلے تو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ دینی مدارس کیا ہیں؟ ہمارے ملک میں بڑی بھاری تعداد ایسے حضرات کی ہے جو دینی مدارس سے واقف ہی نہیں ہیں اور وہ ''دینی مدرسہ'' بس ان مکتبوں کو سمجھتے ہیں جو اکثر محلوں کی مسجدوں میں قرآن کریم ناظرہ یا حفظ پڑھانے کے لیے قائم ہیں۔ اگرچہ ہمارے ملک میں ان مکتبوں نے قرآن کریم کی تعلیم عام کرنے اور خواندگی کی شرح بڑھانے میں بڑی عظیم الشان خدمت انجام دی ہے اور یہ ''دینی مدارس'' کے نظام کا ایک حصہ بھی ہیں لیکن ''دینی مدارس'' کے نام سے جو ادارے اس وقت موضوع بحث ہیں وہ یہ مکتب نہیں بلکہ وہ تعلیمی ادارے ہیں جو 'عالم دین' کی ڈگری دینے کے لیے سولہ سالہ نصاب پڑھاتے ہیں۔ یہ دینی مدارس کسی نہ کسی ''وفاق'' یا ''تنظیم المدارس'' سے ملحق اور منسلک ہیں جو ان کے لیے نصاب متعین کرتا اور مختلف مرحلوں کا اجتماعی امتحان لے کر انہیں سند جاری کرتا ہے۔

''وفاق'' کی طرف سے ان مدارس کا جو نصاب مقرر ہے، اس کے تحت مکتب کی تعلیم (یعنی قرآن کریم ناظرہ یا حفظ اور معمولی نوشت وخواند) کے بعد تعلیم کا پہلا مرحلہ متوسطہ کہلاتا ہے جو میٹرک کے مساوی ہے۔ اس مرحلے میں طلبہ کو وہ تمام مضامین پڑھائے جاتے ہیں جو سرکاری سکولوں میں رائج ہیں۔ ان میں اردو انگریزی، حساب، جغرافیہ، تاریخ، مطالعہ پاکستان اور سائنس وغیرہ تمام مروجہ مضامین شامل ہیں۔ البتہ اس میں ان دینی معلومات کا اضافہ ہے جو ایک مسلمان کے لیے ضروری ہیں۔، عام سرکاری اسکولوں یا پرائیویٹ اداروں میں اسلامیات کا جو برائے نام حصہ ہوتا ہے اس کے بجائے یہاں اچھے معیار کی دینی معلومات فراہم کی جاتی ہیں، نیز فارسی زبان سے بھی مناسبت پیدا کی جاتی ہے تاکہ طالب علم فارسی کے علمی اور ادبی ذخیرے سے استفادہ کی صلاحیت حاصل کر سکے۔ اس کے علاوہ بہت سے دینی مدارس اسی مرحلے میں کمپیوٹر کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ اس طرح جب طالب علم مرحلۂ متوسطہ سے فارغ ہوتا ہے تو وہ میٹرک کی سطح کے تمام عصری مضامین پڑھ چکا ہوتا ہے جو سیکولر تعلیمی اداروں میں میٹرک تک پڑھائے جاتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ وہ اسلامیات اور فارسی زبان کی اضافی تعلیم بھی حاصل کر چکا ہوتا ہے۔

اس مرحلۂ متوسطہ کے بعد ثانویہ عالیہ اور عالمیہ کے تین مراحل ہیں جن کا بنیادی مقصد اسلامی علوم کی تعلیم ہے، ان میں عربی زبان، اس کے قواعد، عربی اور ادب، عربی بلاغت، ترجمہ وتفسیر قرآن، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد اور قدیم وجدید علم کلام کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے، چونکہ خاص طور پر اصول فقہ اور کلام کے دقیق مسائل سمجھنے کے لیے منطق اور فلسفہ کو سمجھنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے، اس لئے منطق اور قدیم وجدید فلسفہ کا تعارف بھی نصاب کا حصہ ہے۔ نیز بعض مضامین جن سے ایک عالم کو بحیثیت عالم اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے واقف ہونا ضروری یا مفید ہے، ان کو بھی تعارفی حیثیت میں داخل نصاب کیا گیا ہے ان میں جدید فلکیات (Astronomy) معیشت وتجارت اور تقابل ادیان کے مضامین شامل ہیں۔

یہ مختصراً وہ نصاب جو عالمیہ کے مرحلے تک تمام دینی مدارس میں پڑھایا جاتا ہے اور جس کو سرکاری طور پر ایم اے عربی و اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا گیا ہے۔اس کے بعد بڑے دینی مدارس نے مختلف مضامین میں تخصص (Specialization) کے درجات میں بھی قائم کیے ہوئے ہیں۔بعض مدرسوں میں فقہ کا تخصص، بعض میں حدیث کا تخصص، بعض میں دعوت وارشاد کا تخصص کرایا جاتا ہے جس کی مدتیں مختلف مدارس میں ایک سال سے تین سال تک ہوتی ہیں اور بعض مدارس میں اس تخصص کے ساتھ مختلف غیر ملکی زبانیں مثلاً انگریزی، فرانسیسی، جرمنی وغیرہ بھی پڑھائی جاتی ہیں تا کہ یہاں کے فارغ التحصیل طلباء دوسرے ملکوں میں خدمات انجام دے سکیں۔لیکن تخصص کا یہ نظام ابھی وفاق کے تحت نہیں ہے بلکہ ہر مدرسہ اپنے طور پر اس کا انتظام کرتا ہے اس لیے یہ نظام ابھی معیار بندی(Standardization) کا محتاج ہے۔

وفاق کی طرف سے ایک مستقل نصاب کمیٹی مقرر ہے جو وقتاً فوقتاً نصاب کا جائزہ لیکر اس میں ترمیم واضافہ کرتی رہتی ہے۔تمام دینی مدارس میں نہ صرف تعلیم بالکل مفت ہے بلکہ دوسرے شہروں کے طلباء کے لیے رہائش بھی مفت ہے اور مستحق طلباء سے خورارک کی بھی کوئی قیمت نہیں لی جاتی اور پڑھنے کے لیے کتابیں بھی بلا معاوضہ مستعار دی جاتی ہیں۔یہ ہے دینی مدارس کا مختصر نظام، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ان اعتراضات اور تبصروں پر غور فرمائیں جو عام طور سے ان مدارس پر کئے جارہے ہیں۔سب سے اہم تبصرہ جو دینی مدارس کے تقریباً تمام ناقدین ان پر کرتے ہیں، یہ ہے کہ ان مدارس میں مروجہ عصری علوم پڑھانے کا کوئی انتظام نہیں ہے، یہ صرف دینی تعلیم دیتے ہیں اور طلباء کو دنیوی علوم سے بالکل بے بہرہ رکھتے ہیں بعض حضرات یہ بھی فرماتے ہیں کہ ان مدارس سے ڈاکٹر، انجینئر وغیرہ کیوں پیدا نہیں ہوتے؟

اس تنقید پر غور کرتے ہوئے پہلے یہ اصولی بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس وقت دنیا میں بہت سے علوم پھیلے ہوئے ہیں اور ایک شخص کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ بیک وقت ان تمام علوم کا ماہر ہو۔یہ اختصاص (Specialization) کا دور ہے اور بہت سے ادارے صرف کسی ایک علم میں مہارت پیدا کرنے کے لیے قائم ہوتے ہیں، ان پر یہ اعتراض درست نہیں ہے کہ وہ دوسرے علوم میں مہارت کیوں پیدا نہیں کرتے۔ایک میڈیکل کالج طب کی خصوصی تعلیم دیتا ہے تو اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ وہ انجینئرنگ کیوں نہیں سکھاتا؟ ایک لا کالج میں اگر قانون کی خصوصی تعلیم ہوتی ہے تو اس پر کوئی بھی معقول شخص یہ اعتراض نہیں اٹھاتا کہ اس کالج سے ڈاکٹر کیوں پیدا نہیں ہورہے؟ اسی طرح اگر دینی مدارس صرف اسلامی علوم کی خصوصی تعلیم دیتے ہیں تو ان پر اس اعتراض میں کوئی معقولیت نہیں ہے کہ یہاں سے ڈاکٹر اور انجینئر کیوں پیدا نہیں ہوتے؟ صحیح بات یہ ہے کہ ایک حد تک تمام وہ مضامین پڑھانے کے بعد جن کی ہر پڑھے لکھے آدمی کو ضرورت ہوتی ہے، اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ طالب علم اپنی ایک خصوصی لائن مقرر کر کے اس لائن میں مہارت پیدا کرے۔دنیا بھر میں یہی ہورہا ہے کہ میٹرک یا اولیول کی سطح تک ضروری مضامین سب مشترک طور پر پڑھتے

ہیں، اس کے بعد آرٹس، سائنس، کامرس، میڈیکل یا انجینئرنگ وغیرہ میں سے کسی ایک کو اختیار کر کے اس کی خصوصی تعلیم حاصل کی جاتی ہے۔ لہٰذا اگر دینی مدارس میٹرک کی سطح کے بعد صرف اسلامی علوم کی خصوصی تعلیم دیتے ہیں تو اس حد تک کسی اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اگر معقولیت کے ساتھ کوئی اعتراض ہوسکتا تھا تو وہ یہ تھا کہ یہ مدارس میٹرک کی سطح تک بھی وہ ضروری مضامین پڑھائیں جو آج ہر پڑھے لکھے انسان کی ضرورت ہیں۔ یہ اعتراض بلا شبہ صحیح ہوتا، اگر ان دینی مدارس کو اس طرف توجہ نہ ہوتی لیکن جب سے مدارس میں وفاقوں کا نظام جاری ہوا ہے یہ صورتحال تبدیل ہوچکی ہے اب وفاق نے تمام مدارس کے لیے جو نصاب اور نظام لازمی قرار دیدیا ہے اس کی تفصیل میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ اس کی رو سے اسلامی علوم کی خصوصی تعلیم شروع کرنے سے پہلے مدرسہ پر لازم ہے کہ وہ میٹرک کی سطح تک تمام مروجہ مضامین پڑھائے جن میں ریاضی، سائنس، جغرافیہ، تاریخ اور انگریزی زبان وغیرہ سب داخل ہیں اور اب بیشتر مدارس میں یہ نظام سالہا سال سے جاری ہے بلکہ ان مضامین میں بہت سے مدارس کا معیارِ تعلیم اگر مثالی نہیں تو عام سرکاری اسکولوں کے معیار سے یقیناً بدرجہا بہتر ہے۔ دینی مدارس کے اپنے اجتماعی نظام کے ذریعے جسے وفاق المدارس یا تنظیم المدارس کہا جاتا ہے اس رخ پر مسلسل پیشرفت ہورہی ہے اور اس نظام میں جو بھی کمزوریاں پائی جاتی ہیں انہیں دور کرنے پر مسلسل کام ہورہا ہے۔

دوسرا بڑا اعتراض جسے مغربی پروپیگنڈے نے عالمگیر بنا دیا ہے یہ کہا جاتا ہے کہ ان مدارس میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے اور یہ دہشت گردوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ دینی مدارس کے ذمہ داروں کی طرف سے بار بار یہ پیش کش کی گئی ہے کہ جس کسی کو مدارس کے بارے میں اس قسم کا شبہ ہو، اسے کھلی دعوت ہے کہ وہ مدرسوں کو آکر خود دیکھے اور چاہے تو سراغ رسانی کے حساس ترین آلات استعمال کر کے پتہ لگائے کہ آیا کہیں ناجائز ہتھیاروں یا ان کی خفیہ تربیت کا کوئی نشان ملتا ہے۔؟

اگر کسی مدرسے کے بارے میں یہ ثابت ہوجائے کہ وہاں دہشتگردی کی تربیت دی جارہی ہے یا اس قسم کی کوئی کارروائی ہورہی ہے تو اس کے خلاف مناسب کارروائی کا نہ صرف خیر مقدم کیا جائے گا بلکہ وفاقوں کے ذمہ دار حضرات بار بار یہ اعلان کر چکے ہیں کہ ہم خود بھی اس کارروائی میں تعاون کریں گے لیکن تین سال سے مدارس کے خلاف دہشت گردی کا پروپیگنڈہ جاری ہے اور سرکاری حلقوں سے بھی یہ مجمل بات کہی جاتی ہے کہ بعض مدرسوں میں دہشت گردی کی تربیت دی جارہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کسی مدرسے کے خلاف یہ بات ثابت ہوئی ہے تو اس کا نام اور اس کی شناخت کیوں منظر عام پر نہیں لائی جاتی؟ اور بعض مدرسوں کا لفظ استعمال کر کے تمام دینی مدارس کو آخر کیوں مشکوک اور مطعون قرار دیا جارہا ہے؟

صورتحال یہ ہے کہ اوّل تو ابھی تک کسی دینی مدرسے کے خلاف اس قسم کا کوئی الزام میری معلومات کی حد تک

ثابت نہیں ہو سکا۔ چودھری شجاعت حسین صاحب کا یہ بیان ریکارڈ پر ہے کہ انہوں نے اپنی وزارت عظمیٰ کے دوران مدرسوں میں دہشت گردی کے الزام کی مکمل تحقیق کی اور مجھے کسی مدرسے میں دہشت گردی کی تربیت کا کوئی سراغ نہیں ملا لیکن اگر فرض کریں کہ ہزار ہا دینی مدارس میں سے ایک دو مدرسوں کے بارے میں یہ الزام ثابت ہو جاتا ہے تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اس کی بنیاد پر تمام دینی مدارس کو دہشت گرد قرار دیدیا جائے؟ کیا دنیا بھر کے تعلیمی اداروں میں بعض اوقات کچھ جرائم پیشہ افراد داخل نہیں ہو جاتے؟ کیا اس کی بنا پر تمام تعلیمی اداروں کو جرام پیشہ قرار دے دینا عقل وانصاف کے کسی خانے میں فٹ ہوسکتا ہے؟

دینی مدارس کو دہشت گردی کی وارداتوں سے ہر قیمت پر منسلک کرنے کی تازہ ترین مثال لندن کے دھماکے ہیں جن لوگوں کو اس دھماکے کا ذمہ دار قرار دیا جارہا ہے، انہوں نے کسی دینی مدرسے میں تعلیم نہیں پائی تھی، وہ برطانیہ میں پلے بڑھے اور وہیں کے ماڈرن اداروں میں تعلیم پائی۔ ان میں سے صرف ایک کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کسی وقت مختصر عرصے کے لیے لاہور آیا تھا اگر یہ بات درست ہو تب بھی یہ عجیب معاملہ ہے کہ جہاں اس نے پوری زندگی گزاری اسے چھوڑ کر پاکستان کے دینی مدارس کو اس لیے مطعون کیا جائے کہ وہ ایک مختصر وقت کے لیے یہاں آیا تھا۔ اسی واقعے کے پس منظر میں ہماری حکومت نے دینی مدارس میں باقاعدہ ویزا پر آئے ہوئے تمام غیر ملکی طلباء کے لیے یہ اعلان کردیا ہے کہ انہیں فوراً ملک چھوڑنا ہوگا۔ ان میں سے بہت سے طلباء وہ ہیں جو سالہا سال یہاں کے مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آئندہ مہینے اپنا آخری سال مکمل کر کے امتحان دینے والے ہیں جس پر انہیں ڈگری ملنی ہے۔ لیکن فی الحال احکام یہ ہیں کہ انہیں اتنی بھی مہلت نہیں دی جائے گی کہ وہ اپنا امتحان دے سکیں اور اس طرح ان کی سالہا سال کی محنت اکارت کی جارہی ہے۔ یہ سراسر ظلم نہیں تو کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان غیر ملکی طلباء کا تعلیم کے لیے پاکستان آنا ملک کے لیے ایک اعزاز ہے اور یہ اپنے اپنے ملکوں میں واپس جا کر قومی مسائل میں ہمارے ملک کے لیے غمخواری میں کسر نہیں چھوڑتے۔ ان کے لیے پاکستان کے دروازے بند کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اب پاکستان کی بجائے ہندوستان کا رخ کریں گے اور ایسی اطلاعات مل رہی ہے کہ جو والدین اپنی اولاد کو دینی تعلیم وتربیت دلانا چاہتے ہیں وہ اب انہیں بھارت بھیجنے کے انتظامات سوچ رہے ہیں ان حالات میں سوال یہ ہے کہ کیا ناگہانی فیصلہ ملک کے مفاد میں ہے؟ اگر کسی خاص شخص کے بارے میں کوئی الزام ہے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی کوئی مخالفت نہیں کرسکتا، وہ کارروائی ضرور کیجئے اور مدارس پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ وہ اس میں حکومت کے ساتھ پورا تعاون کریں گے لیکن سارے مدارس کے تمام غیر ملکی طلباء کو ایک سانس میں دیس نکالا دے دینا معقولیت اور انصاف کے کسی معیار پر پورا نہیں اترتا۔

اوریا مقبول جان

''ریڑھ کی ہڈی''
اور لارڈ میکالے کا نظامِ تعلیم

''تم غلط سوچ رہے ہو۔ اگر میں تمام مدرسے بند کردیتا، ملک میں رائج عربی رسم الخط کو منسوخ کردیتا تو میں فیل ہوجاتا۔ میں جو کچھ کررہا ہوں اس کا نتیجہ آپ کوئی سال بعد نظر آئے گا۔''

یہ الفاظ برصغیر میں انگریزی نظامِ تعلیم اور انگریزی قانونِ تعزیرات اور ضابطہ فوجداری دینے والے شخص لارڈ میکالے کی ۱۸۳۵ء کی اس شہرۂ آفاق تقریر سے ہیں جو اس نے برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے کی تھی۔ اس نے کہا:

''میں نے تمام ہندوستان میں سفر کیا، ایک ایک جگہ گھوما لیکن مجھے پورے ملک میں کوئی بھکاری یا کوئی چور نظر نہیں آیا۔ اس ملک کی اخلاقی حالت بہت بلند ہے۔ ان کی اقدار کا معیار بہت اعلیٰ ہے۔ ہم اس ملک کو اس وقت تک فتح نہیں کرسکتے جب تک ہم اس کی ریڑھ کی ہڈی نہ توڑ دیں۔ یہ ریڑھ کی ہڈی اس کی روحانی اور معاشرتی میراث ہے اور یہ میراث ان تک ان کا غیر رسمی نظامِ تعلیم منتقل کررہا ہے۔ اسی لیے ہی میں اس کے قدیم تعلیمی نظام کو بدلنے کا مشورہ دیتا ہوں۔ اگر ایک دفعہ یہاں کے عوام کو اس بات کا احساس اور یقین ہوگیا کہ انگریزی زبان ہی بہترین ہے اور انگریز ہی اعلیٰ ترین قوم ہیں تو پھر وہ اپنی عزت نفس (Self Esteem) کھودیں گے۔ اگر ایسا ہوگیا تو پھر وہ ویسے ہی بن جائیں گے جیسے ہم چاہتے ہیں۔''

۲۵ راکتوبر ۱۸۰۰ء میں پیدا ہونے والا یہ شخص کیمبرج یونیورسٹی میں پڑھا۔ شاعری، تاریخ نویسی اور مضمون نگاری اس کے شوق تھے۔ اس نے ۱۸۲۵ء میں ملٹن کی شاعری پر اپنا پہلا مضمون لکھا جو ایڈنبرا ریویو میں چھپا اور پھر وہاں مستقل لکھنے لگا۔ یہی مضمون نگاری کی شہرت تھی جس نے ایک سال میں اسے پارلیمنٹ کا رکن بنادیا۔ اپنے ملک میں انسانی حقوق اور غلامی کے خلاف تقریریں کرتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی علاقے پر علاقے فتح کرتی جارہی تھی۔ اس کے خیالات دیکھ کر اُسے ۱۸۳۴ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی سپریم کونسل کا رکن بنادیا گیا۔ یہاں آتے ہی اسے برصغیر کے پہلے لاء کمیشن کا سربراہ چن لیا گیا۔ یہاں آتے ہی اسے برصغیر کے پہلے لاء کمیشن کا سربراہ چن لیا گیا۔ اس کے سامنے وہی ہندوستان تھا جس میں کوئی بھکاری اور چور نہ تھا۔ جس میں انگریزوں کی مردم شماری کے مطابق ۹۰ فیصد لوگ خواندہ تھے۔ اس نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ تحریر کیا۔ پورے برصغیر کے لیے ضابطۂ فوجداری اور تعزیرات تحریر کیں اور ایک خوبصورت لفظ دیا Rule of Law یعنی قانون کی حکمرانی۔ وہ لوگ جو ہمیشہ Rule of Justice یعنی انصاف کی

حکمرانی پر یقین رکھتے تھے، اس بات پر مجبور کیے گئے کہ قانون جیسا بھی ہو، ظالم ہو، بے انصاف ہو، اس کی حکمرانی چاہیے ۔عدالتیں بھی جھوٹے گواہوں اور وکیلوں کے نکتوں کے سامنے بے بس ہو گئیں لیکن اس سے پہلے اس نے اپنے وفاداروں ،نمک خواروں اور حاشیہ برداروں کی مدد سے ایک ایسے نظامِ تعلیم کی بنیاد رکھی جس کا مقصد اس قوم کو یقین دلانا تھا کہ انگریزی ہی بہترین زبان ہے اور انگریز اعلیٰ ترین قوم ہے۔ کالج، سکول اور یونیورسٹیاں بنیں اور محدود لوگ تعلیم حاصل کر کے کارپردازانِ سلطنت ہو گئے۔ وہ عام شہری جو مدرسے سے فارسی، عربی اور تھوڑا سا حساب سیکھتا تھا' اس کے سامنے قانون بھی اور تھا اور علمدرآمد کرنے والے بھی اور طرح کے۔ لیکن آخری وار اس ریڑھ کی ہڈی پر یہ کیا گیا کہ لوگوں کے ذہنوں کو محدود کرنے کے لیے ایک نعرہ دیا گیا۔ ''اصل جمہوریت' گراس روٹ ڈیموکریسی ہے''۔ آپ کا کام نالیاں بنانا، پانی پہنچانا، صفائی کرنا ہے۔ تم اس قابل نہیں کہ بڑے معاملات میں رائے دے سکو۔ آرام سے غلامی کے اس طوق کو پہنو اور خارجہ پالیسی، دفاع، امن عامہ، قانون، آئین' اس سے ہمیں کھیلنے دو۔

لارڈ میکالے تو ۱۸۵۸ء میں مر گیا لیکن اس ٹوٹی ہوئی ریڑھ کی ہڈی نے جب بھی تھوڑا سا جڑنے کی کوشش کی' اس میں کھڑے ہونے کی طاقت پیدا ہونے لگی۔ لارڈ میکالے کے پروردہ اور خوشہ چیں اسی ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرح آ گئے۔ وہ مقصد، قانون کی حکمرانی' چاہے وہ ظلم پر مبنی ہو' انگریزی کی توقیر اور انگریز کو ترقی یافتہ ماننا اور خاموش، محدود ذہن اور مفلوج سوچ رکھنے کے لیے ''گراس روٹ ڈیموکریسی''۔ عوام کو اس سے کیا مطلب قانون کیسا بننا ہے، کشمیر میں جنگ کرنی ہے یا صلح، کس ملک سے دوستی کرنی ہے اور کس کی غلامی، یہ تو جاہل ہیں، گنوار ہیں اور سب سے بڑھ کر ان پڑھ ہیں۔ انہیں کیا پتا دنیا کدھر جا رہی ہے۔ وہ تو صرف اسی کو پتا ہو گا جو انگریزی جانتا ہے، انگریزوں کی طرح اٹھتا بیٹھتا ہے اور انہیں کی طرح اخلاق رکھتا ہے۔ (مطبوعہ: ''جنگ'' ۲۴ / اگست ۲۰۰۵ء)

مقامِ اقبالؒ

''کتاب اللہ کی بلاغت کے صدقے جائیے' خود بولتی ہے کہ میں محمد ﷺ پر اتاری گئی ہوں......

نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (محمد:۲)

بابو لوگو! اس کی قسمیں نہ کھایا کرو، اس کو پڑھو۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی طرح نہ سہی، اقبالؒ کی طرح ہی پڑھ لو۔ دیکھا! اس نے قرآن کو ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پر ہلّہ بول دیا پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں۔ افسوس! تم نے اقبال کو سمجھا ہی نہیں۔ انگریز سمجھ لیتا تو اقبال تختہ دار پر ہوتے اور قوم سمجھ لیتی تو کبھی غلام نہ رہتی۔ وہ تمہارے بت کدے میں اللہ اکبر کی صدا ہے۔''

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
(اقتباس خطاب: لاہور۔۱۹۴۶ء)

سید محمد معاویہ بخاری

یہ منصوبہ کس کا ہے؟

معروف لبنانی ادیب ودانشور ''خلیل جبران'' نے کہا تھا...... انسان بڑا بہروپیا ہے۔اپنے گندے اعمال کومنافقانہ توجیہات سے جواز فراہم کرنا اوراپنے بدہیئت ظاہری وجود کورنگارنگ خولوں میں ڈھانپ لینا اسے خوب آتا ہے ...... یہ بھی اچھی ہی بات ہے......اگرانسان کو بہروپ بھرنا بھی نہ آتا تو یہ دنیا اس بے ہنری کے سبب انسان کے ننگے چہروں کی وجہ سے بدترین جگہ ہوتی۔

خلیل جبران کے شعلہ بارقلم سے یہ جملے شاید اس حقیقت کا ادراک ہوجانے کے بعد ہی سرزد ہوئے تھے۔جب اس نے جانا کہ......انسانی معاشروں میں فکرونظر کی پامالی، قول وفعل کے تضاد،مکروفریب کی پرداخت، دین ووطن کے خلاف سازشوں اور طے شدہ اصول وقانون سے بغاوت کے رویے سراسر ذاتی ومادی مفادات کے حصول کے لیے ہی پروان چڑھتے ہیں اوران کی تاریخ نہایت قدیم ہے۔ہرعہد کے ظل الٰہی......نخوت وتکبر کے سریئے جن کی گردنوں میں تنے رہے اورعوامی حمایت حاصل ہونے کی خام خیالی نے طول اقتدار کے فارمولے وضع کرنے پرجنہیں اکسایا'ان کے گھناؤنے کردار کی گرہیں جب بھی کھلی ہیں'لوگ ورطۂ حیرت میں آگئے ہیں۔کبھی کسی کو یقین نہیں آیا کہ وہ شخصیات جن کے گرد محبوبیت وتقدس مآبی کے ہالے تعمیر ہوتے رہے،تعریف وتوصیف اور پارسائی کے قصیدے لکھے جاتے رہے'ان کے اجلے دامن بھی سیاہ کرتوتوں کی راکھ سے بری طرح آلودہ ہیں۔ماضی میں رونما ہونے والے ناگفتہ حالات وواقعات کے ایک چشم دید گواہ مرحوم'' قدرت اللہ شہاب'' کا یہ تجزیہ کس قدر درست معلوم ہوتا ہے کہ گورنر جنرل غلام محمد سے لے کر بعد کے تمام فوجی وسول حکمرانوں تک ایک ہی ریت مستحکم ہوتی رہی اور وہ یہ کہ لیلائے اقتدار ہرحال میں ان کی کنیز بنی رہے۔اوراس کی مرمریں بانہیں صرف انہی کی گردنوں میں حمائل رہیں۔لطف کی بات یہ ہے کہ یہ شوقِ ناہموار قومی مفاد کے نام سے معنون ہوا اورقومی مفاد کی حامل عشرت ومستی کی انہی ساعتوں میں ملک وقوم کوایسے فیصلوں اور مرحلوں سے آزمایا اورگزاراگیا' جوتاریخ سیاست میں آج بھی شرمندگی وندامت کا تکلیف دہ باب ہے۔

گذشتہ تین ہفتوں کے دوران پرنٹ اورالیکٹرانک میڈیا پرآنے والی خبروں کی تفصیلات بتارہی ہیں کہ قومی مفاد میں پاک اسرائیل تعلقات کا ایک نیاباب رقم ہونے جارہاہے۔تیزی سے طے پاتے معاملات سے اندازہ لگانا مشکل نہیں رہا کہ پلوں تلے سے کتنا پانی بہہ گیا ہے۔صاف نظر آرہا ہے کہ حالات وواقعات کے ریلے ایک کے بعد ایک اٹکھیلیاں کرتے بہت دور جاپہنچے ہیں۔

جولائی ۲۰۰۵ء کے وسط میں یہ خبریں گردش کرنے لگی تھیں کہ اسرئیل امریکی منصوبے کے مطابق فلسطین میں غزہ کے علاقے سے اپنا ۳۸ سالہ قبضہ ختم کرنے پر رضا مند ہوگیا ہے اور آئندہ چند دنوں میں وہاں قائم یہودی بستیوں سے انخلاء کا عمل شروع ہوجائے گا۔ عالمی میڈیا پر اس حوالے سے آنے والی خبروں کو خصوصی اہمیت و کوریج دی جارہی تھی۔ حتیٰ کہ پھر پہلی یہودی بستی سے انخلاء کا عمل شروع ہوگیا اور عالمی رائے عامہ کی ہمدردیاں سمیٹنے کے لیے تیار کی گئی۔ منصوبہ بندی کے مطابق میڈیا نے روتے چیختے زن و مرد یہودیوں کو جبراً گھسیٹتے ہوئے اٹھا کر ٹرکوں میں ڈالنے اور علاقے سے دور لے جانے کے مناظر دکھانے شروع کردیئے۔ اسرائیل کے بارے میں عالمی سطح پر جو مجموعی تاثر قائم ہے وہ ایک ضدی، ہٹ دھرم، خودسر، اکھڑ مزاج، بدتمیز اور نافرمان کا ہے لیکن غزہ سے یہودیوں کے انخلاء کے بعد اس تاثر میں نہ صرف کمی واقع ہوئی ہے بلکہ فلسطینی قیادت پر دباؤ بڑھ گیا ہے کہ وہ ان اقدامات کے جواب میں مزاحمت پسند تنظیم حماس کو نکیل ڈالنے کے لیے پیش رفت کرے۔ غزہ سے اسرائیلی فوج اور ناجائز بستیوں کا خاتمہ بے شک اپنی جگہ اہم واقعہ ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اسرائیل اس ادھورے اقدام کا لالی پاپ دے کر فلسطینیوں کو بہلانا اور عالمی سطح پر ان کے لیے موجود ہمدردیوں کی مقدار کم کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ ویسٹ بنک کے علاقہ میں ابھی تک اسرائیل کا قبضہ باقی ہے اور وہ اسے خالی کرنے پر آمادہ نہیں۔ بلکہ مستقبل میں بھی اس کا امکان نظر نہیں آتا۔ ماہِ اگست کے دوران یہ خبر بھی گردش کرنے لگی تھی کہ پاکستانی حکومت نے اسرائیل سے رابطہ کیا ہے لیکن حکومتی ذرائع نے اس حوالہ سے کوئی تصدیق نہیں کی تھی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اندرون خانہ رابطوں کا سلسلہ شروع ہوچکا تھا اور اس کے لیے غزہ کی یہودی بستیوں کے خاتمے کو بنیاد بنایا گیا۔

انتہائی ذمہ دار ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ امریکن جیوش کانگریس کے صدر ''جیک روزن'' کی قیادت میں ایک یہودی وفد نے مئی ۲۰۰۵ء میں اسلام آباد کا خفیہ دورہ کیا تھا۔ وفد نے صدر جنرل مشرف سے بھی (۹۰) منٹ طویل ملاقات کی تھی۔ اس ملاقات کے دوران مسئلہ فلسطین، اسرائیل سے معمول کے تعلقات، مسلم انتہا پسندی، دہشت گردی اور صدر مشرف کے نظریۂ روشن خیالی پر تفصیلی گفتگو ہوئی تھی۔ ملاقات میں امریکن جیوش کانگریس کے سربراہ نے صدر مشرف کو اپنے دورۂ امریکہ کے دوران جیوش کانگریس سے خطاب کرنے کی باضابطہ دعوت بھی دی جو بخوشی قبول کرلی گئی۔ امریکی وفد کے دوسرے ارکان میں جیوش کانگریس کے سینئر ایڈوائزر فار ان افیئرز ''فل بیوم'' اور کانگریس کے انٹرنیشنل افیئرز کے ڈائریکٹر ''ڈیوڈور'' شامل تھے۔ ذرائع کے مطابق امریکی یہودی کانگریس کے تینوں اہم رہنماؤں نے ملاقات پر اطمینان ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ صدر مشرف جرأت مند، پراعتماد اور معاملہ فہم شخصیت ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ منفی سیاسی و عوامی ردّ عمل کے پیش نظر یہودی وفد کی اسلام آباد آمد کو خفیہ رکھا گیا۔ (بحوالہ ''نوائے وقت'' ۹ ستمبر ۲۰۰۵ء)

اسرائیل سے خفیہ روابط کا سلسلہ ۶۰ برس پرانا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پاک اسرائیل تعلقات کی بنیاد قیام پاکستان

سے پہلے ہی رکھ دی گئی تھی۔آنجہانی سرظفر اللہ خان غیر منقسم ہندوستان کا پہلا سرکاری افسر تھا' جس نے ستمبر ۱۹۴۵ء میں ارضِ فلسطین یا (مجوزہ اسرائیل) کا دورہ کیا تھا۔سرظفر اللہ خان انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا قادیانی کا پیروکار تھا اور تا مرگ اسی سے وابستہ رہا۔وہی مرزا قادیانی جس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنا کشف بیان کرتے ہوئے کہا تھا:

میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں' سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔عالم کشف میں مجھے وہ بادشاہ دکھائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے اور کہا گیا کہ یہ ہیں جو اپنی گردنوں پر تیری اطاعت کا جوا اٹھائیں گے۔(تجلیاتِ الٰہیہ ۔از مرزا قادیانی۔صفحہ ۳۳ طبع قادیان)

سرظفر اللہ نے اسرائیل کا دورہ اس وقت کیا تھا' جب تحریک پاکستان اپنے عروج پر اور مختلف نشیب وفراز سے گزرتی منطقی انجام کی طرف تیزی سے بڑھ رہی تھی اور دوسری جانب عالمی سازش گرامت مسلمہ کی پیٹھ میں زہر آلود خنجر اتارنے کے لیے یہودی ریاست ''اسرائیل'' کے قیام پر متفق ہو چکے تھے اور ارض فلسطین کی حد بندیاں بھی تقریباً مکمل ہو چکی تھیں۔مجوزہ یہودی ریاست ''اسرائیل'' کے دورہ پر جاتے ہوئے سرظفر اللہ نے لندن میں مختصر قیام کیا تھا اور وہاں اس کی ملاقات اسرائیلی منصوبہ کے انچارج اور ''جیوش پولیٹکل کمیٹی'' کے اہم رکن ''چیین ویزمین'' سے ہوئی تھی۔اس ملاقات میں ویزمین نے سرظفر اللہ کو ایک سفارشی خط دیا جو دراصل طے شدہ اسرائیلی ریاست کے علاقوں میں جانے کا اجازت نامہ تھا۔سرظفر اللہ اس خط کے توسط سے ہی وہاں پہنچا اور یہودی رہنماؤں سے متعدد ملاقاتیں کی تھیں۔اپنے دورے سے واپسی پر ظفر اللہ خان نے بتایا تھا کہ یہودی رہنماؤں سے ملاقات میں باہمی دلچسپی کے امور پر بات ہوئی۔اس کے علاوہ ہندوستان میں درپیش حالات اور مستقبل کے مشترکہ مفادات بھی زیر گفتگو رہے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ قیام پاکستان کے فوراً بعد سرظفر اللہ کو نوزائیدہ مملکت خداداد پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کر دیا گیا۔اس حیثیت میں بھی ظفر اللہ خان نے اسرائیل کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی کوششیں جاری رکھیں۔اس کا کہنا تھا' اس سے پہلے کہ اسرائیل بھارت کے ساتھ تعلقات کی بنیاد رکھے، اسرائیل کے ساتھ ہمیں اپنے تعلق کو مضبوط بنالینا چاہیے۔اسی خواہش اور قومی مفاد کے پیش نظر ۱۴ جنوری ۱۹۵۳ء کو سرظفر اللہ نے امریکہ میں اسرائیل کے سفیر ''ابا ایبان اور پولیٹکل قونصل'' گریون رافیل سے نیویارک میں ملاقات کی تھی۔واقفانِ حال کا کہنا ہے کہ اس ملاقات میں اسرائیلی سفارتکاروں نے سرظفر اللہ کو پیشکش کی تھی کہ اگر پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرلے تو وہ مسئلہ کشمیر پر پاکستان کی کھلی حمایت کرنے کے لیے تیار ہیں۔درون پردہ ترتیب پانے والی کہانیوں سے آگاہ معتبر لوگ گواہی دیتے ہیں کہ پاک اسرائیل تعلقات ۶۰ء کی دہائی تک بڑی مہارت سے پروان چڑھتے رہے لیکن ملکی وقومی مفاد کے عنوان سے چلنے والے اس معاملہ سے پوری قوم بے خبر تھی۔جبکہ دوسری طرف سرظفر اللہ کے بعد ذوالفقار علی بھٹو، جنرل ضیاء الحق، بے نظیر بھٹو، میاں نواز شریف کے عہد

اِقتدار میں بھی اسرائیل سے تعلقات استوار کرنے کی کوششیں مسلسل جاری رہیں۔ایم ایم احمد،صاحبزادہ یعقوب خاں ،عابدہ حسین،اکرم ذکی سمیت اور کئی جانے پہچانے نام ہیں جواس حوالہ سے سامنے آرہے ہیں۔

تشویش کی بات یہ ہے کہ ۶۰ برس بعد ایک بار پھر ملکی وقومی مفاد کے تحت اسرائیل سے تعلقات کی بات چل نکلی ہے۔صدرِ مملکت وزیراعظم اور وزیرخارجہ تک وہی جملے ارشاد فرمارہے ہیں جو سرظفراللہ نے کہے تھے کہ......ان روابط کے ذریعے مسئلہ کشمیر کے حل میں مدد ملے گی اور بھارت کا راستہ کاٹا جاسکے گا۔چار برس پہلے جب نائن الیون کا واقعہ رونما ہوا اور ہم اچانک فرنٹ لائن سٹیٹ قرار پاگئے تھے اور واراون ٹیرر کا سربراہ افغانستان کے بوریانشینوں پرآتش وآہن برسانے پر تل گیا تھا' تب بھی اسلام آباد سے یہی فرمان جاری ہوا تھا کہ ہم ملکی وقومی مفاد میں اس مہم کا حصہ بن رہے ہیں۔جس کے اجر میں نہ صرف امریکی تجوریوں کا رخ ہمارے کاسۂ گدائی کی طرف مڑ جائے گا بلکہ کشمیر کاز کو بھی اس سے تقویت حاصل ہوگی۔کوئی نہیں جانتا یاران تیزگام کے نزدیک نفع ونقصان کے پیمانے کیا ہیں؟مگر اندھے نشیبوں میں تیزی سے لڑھکتے حالات کا زرد چہرہ صاف بتارہا ہے کہ زندگی اور موت میں کتنا فاصلہ باقی رہ گیا ہے؟

اسرائیل سے تعلقات استوار کرنے کا سلسلہ سرظفراللہ قادیانی سے آغاز ضرور ہوا تھا مگر جس فتنہ پرور کی قیادت وسیادت پر اس کا ایمان تھا۔شواہد یہ بتارہے ہیں کہ اسی کے متبعین پر مشتمل ٹولہ ہی عالمی سازش گروں کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے میں مرکزی کردار ادا کررہا ہے۔پاکستانی عوام کے منتخب ادارے''قومی اسمبلی''سے ماورا اقدامات آئین وقانون سے روگردانی کے مترادف ہیں لیکن بڑی ڈھٹائی سے کہا جارہا ہے کہ اسرائیل سے تعلقات کا معاملہ پارلیمنٹ میں لانا ضروری نہیں۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ پاکستان کے پہلے متفقہ آئین ۱۹۷۳ء اور منتخب ادارے''قومی اسمبلی''سے انتقام لیا جارہا ہو کیونکہ اسی آئین کے تحت ہی ۱۹۷۴ء میں قادیانی گروہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔پاکستانی عوام کو بالعموم،اہل فکر ودانش اور سیاسی زعماء کو بالخصوص بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور کرنا چاہیے کہ اصولی موقف پر مبنی ہمارے نظریاتی اہداف یکے بعد دیگرے بے وقعت کس کے ایماء پر اور کیوں بنائے جارہے ہیں؟ہمیں فکرمندی سے سوچنا اور جاننا چاہیے کہ یہ منصوبہ کس کا ہے؟اور کون لوگ اس کے لیے سرگرم عمل ہیں؟خاکم بدھن!کہیں مرزا قادیانی کا شیطانی''کشف''تو حقیقت نہیں بنایا جارہا؟

☆......☆......☆

عابد مسعود ڈوگر

سوڈان......جان گیرنگ کی موت کے بعد

گزشتہ دنوں رواں مہینے کی ابتدا میں جنوبی سوڈان سے تعلق رکھنے والے مشہور مسیحی رہنما مسٹر جان گیرنگ آنجہانی ہوگئے۔ان کی حادثاتی موت نے تقریباً سوڈان کو ہلا کر رکھ دیا۔ان کی ہلاکت ہیلی کوپڑ کے ذریعے ایک فضائی حادثے میں ہوئی۔ جان گیرنگ نے جنوری ۲۰۰۵ء میں طویل خانہ جنگی اور صبر آزما سفارتی کوششوں کے بعد ایک تاریخی معاہدے پر دستخط کیے تھے جس سے ملک میں اکیس سال سے جاری خانہ جنگی ختم ہوگئی تھی اور اپنی وفات سے صرف تین ہفتے پہلے انہوں نے سوڈان کے اوّل نائب صدر کا عہدہ سنبھالا تھا۔خرطوم پہنچنے پر اس وقت ان کا تاریخی استقبال کیا گیا تھا اور سوڈان کے باسیوں نے جی بھر کر خوشیاں منائی تھیں کہ اب امن ہو جائے گا۔مگر مسٹر جان گیرنگ کی اس حادثاتی موت نے گزشتہ دنوں پھر سوڈان کو فسادات کی لپیٹ میں دے دیا۔ایک مرتبہ پھر جنوبی سوڈان میں عرصہ دراز سے مقیم عرب باشندوں کو ملک کے شمالی حصوں کی طرف دوبارہ ہجرت کرنا پڑی۔خود خرطوم میں فسادات سے تقریباً تین سو افراد مارے گئے۔ یہ افراد گولی لگنے یا ڈنڈوں سے پیٹے جانے سے ہلاک ہوئے تھے۔ پورے سوڈان میں جو کچھ ہوا' وہ اس کے علاوہ ہے۔تقریباً ایک ہفتے کی بدامنی کے بعد اب سوڈان میں قدرے سکون ہے۔ جان گیرنگ کو ہفتے کے روز چھے اگست جنوبی شہر ''جوبا'' میں سپرد خاک کر دیا گیا۔صدر عمر البشیر سمیت سوڈان کے تقریباً تمام اہم رہنماؤں نے جان گیرنگ کی آخری رسومات میں شرکت کی۔مسٹر جان گیرنگ کی جگہ ان کی جماعت کے نئے سربراہ مسٹر سالوا کیر نے لی۔خیال کیا جا رہا ہے کہ سوڈان کے اوّل نائب صدر بھی مسٹر سالوا کیر ہی ہوں گے۔ انہوں نے صدر عمر البشیر کے ساتھ مل کر جان گیرنگ کی حادثاتی موت کی مشترکہ تحقیقات کرانے کا اعلان کیا ہے اور امید کی جا رہی ہے کہ آنے والے دن اب سوڈان کے لیے اچھے ہوں گے۔سوڈان کے جنوبی حصوں میں پائی جانے والی شورش برسوں سے جاری عالمی استعمار کی طرف سے خفیہ شرارت کا نتیجہ ہے کیونکہ سوڈان کا جنوبی حصہ خصوصی طور پر ایک لمبے عرصے تک امن وامان کا محور رہا۔''صدر جعفر نمری'' کے طویل دورِ حکومت میں بھی عالمی میڈیا پر کبھی بھی اس حصے کے متعلق کوئی خبر سننے کو نہیں ملی۔۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۲ء تک طویل دورِ حکومت میں سوڈان میں بڑے بڑے منصوبے مکمل کیے گئے۔ جو زیادہ تر جنوبی سوڈان پر محیط تھے۔ان میں سرفہرست ''نہر سوود'' کے علاقے میں جو وادیٔ نیل کا اعلیٰ حصہ کہلاتا ہے' میں نہر ''جونجلی'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ نہر دریائے نیل سے نکالی گئی ہے۔اس کی وجہ سے سوڈان کا ہزاروں میل کا علاقہ سرسبز وشاداب ہوگیا۔مصر میں بہنے والا دریائے نیل سوڈان کے راستے سمندر میں گرتا ہے۔اس پانی کو نہر کے ذریعے کنٹرول کر کے سوڈان نے اپنی زراعت میں انقلاب برپا کر دیا۔

اس وقت زراعت کے شعبے میں ترقی کا یہ عالم ہے کہ سوڈان کو کسی قسم کی زرعی اجناس باہر سے نہیں منگوانا پڑتیں۔اس کے علاوہ مغربی اور جنوبی سوڈان میں دریافت ہونے والا تیل ملکی معیشت کو دھیرے دھیرے سنبھالا دے رہا ہے۔سوڈان کے بعض علاقوں سے آنے والی قحط سے متعلق خبریں اکثر اخبارات میں چھپتی ہیں۔اس کی اصل وجہ اجناس کی کمی نہیں بلکہ ملک کے اندر ہونے والی خانہ جنگی' زرعی پیداوار کے راستے میں اصل رکاوٹ تھی۔

۱۹۸۳ء میں سوڈان کے جنوبی علاقے میں اچانک بغاوت کی تحریک شروع کردی گئی۔اس تحریک کا روح و رواں جان گیرنگ ہی تھا جس نے ''پیپل آرمی فار فریڈم'' نامی تنظیم بنا رکھی تھی۔اس تنظیم نے مغرب کے سامنے اپنے مقاصد بیان کرتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ ''ہماری جدوجہد کا مقصد سوڈان کو عربوں کی غلامی سے نجات دلانا ہے۔جو اقلیت میں ہوتے ہوئے ملک کی اکثریت اور ثروت پر مسلط ہیں''۔عیسائی اقلیت کا یہ دعویٰ انتہائی مضحکہ خیز تھا۔کیونکہ اس حقیقت سے ایک دنیا واقف ہے کہ سوڈان کی اکثریت ان مقامی مسلمان باشندوں پر مشتمل ہے جنہوں نے اس علاقے میں اسلام آنے کے بعد اس دین کو قبول کرلیا تھا۔اس لیے یہ دعویٰ انتہائی بے بنیاد تھا کہ یہاں عرب مسلمانوں کی اقلیت مسلط ہے۔مغرب نے ساری صورت حال کا بخوبی علم ہونے کے باوجود عیسائی قبائل کی اس ہرزہ سرائی کو عالمی میڈیا میں اچھالنا شروع کردیا اور دوسری طرف سوڈان کے باغیوں کو ہر طرف سے بے پناہ مالی و عسکری امداد مہیا کرنا شروع کی۔اس سے استعمار کو سوڈان میں نقب لگانے کا نیا راستہ میسر آ گیا۔سوڈان کے خلاف اس سازش کو دوام بخشنے کے لیے جو دوسرا راستہ اختیار کیا گیا' وہ سوڈان کی اسلامی حکومت اور اسلامی تشخص کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ تھا جس میں الزام عائد کیا گیا کہ سوڈان میں انسانوں کی تجارت کی جاتی ہے دہشت گردوں کو نہ صرف پناہ ملتی ہے بلکہ یہاں سے دہشت گردی کی کارروائیوں کے لیے امداد بھی مہیا کی جاتی ہے اور اقلیتوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔اس گھناؤنے منصوبے میں یورپ کی جس مشنری تنظیم نے سب سے زیادہ خوفناک کردار ادا کیا اس کا نام ''انٹرنیشنل کرسچین سولیڈیرٹی'' ہے۔اس کا صدر دفتر جنیوا میں واقع ہے۔یورپ کی یہ عیسائی مشنری تنظیم کئی حوالوں سے مشکوک خیال کی جاتی ہے۔اس کے اہداف میں صیہونی مقاصد کی تکمیل شامل ہے۔جس میں اس وقت سرفہرست سوڈان کو ٹکڑوں میں تقسیم کرکے اسے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنا ہے کیونکہ افریقہ کے اس خطے میں جہاں جغرافیائی طور پر سوڈان واقع ہے' یہ ملک اسلام اور عرب تشخص کے ضمن میں پُل کا کام دیتا ہے۔جس کا اثر رسوخ افریقہ کے جنوبی صحرا تک پھیلا ہوا ہے۔یوں یہ مغرب کے اسٹریجک مفادات کی راہ میں پتھر ہے۔لیکن صد شکر کہ صدر عمر البشیر نے اکیس برس طویل اس سازش کو کمال فراست اور ایثار سے ناکام بنادیا ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ سوڈان جو کہ مہدی سوڈانی کا دیس ہے' اب نہ صرف امن و آشتی کا گہوارہ ہوگا بلکہ افریقہ کے

مقدر میں کئی سو برس کی بھوک اور ننگ کو دور کرنے کا باعث بھی بن سکے گا۔ پڑھنے والے حیران ہوں گے کہ مشرقی ایشیائی ملکوں میں آنے والے سمندری طوفان سونامی نے ڈھائی سو افراد کو نگل لیا تو دنیا کی چیخیں نکل گئیں مگر برّاعظم افریقہ میں ہر سال پینے کا صاف پانی نہ ہونے کی وجہ سے سات لاکھ انسان بے موت مارے جاتے ہیں۔ بھوک اور دیگر عوارض سے مرنے والوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ آج کی مہذب دنیا میں سکرین پر نظر آنے والے افریقہ میں کالے غلاموں کی تجارت اگر نظر نہیں آتی تو یہ کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ افریقہ میں بسنے والے کالے انسانوں کو ہر اعتبار سے غلام رکھنے کی سوچ ہر اعتبار سے زندہ اور توانا ہے۔ دنیا کو امن اور جمہوریت سے آراستہ کرنے والا مغرب اس ساری فلم کا ولن ہے۔ نہ جانے کب نائجیریا، ایتھوپیا، نائجر، یوگنڈا، کینیا، سوڈان اور دیگر افریقی ممالک استعماری ایجنٹوں کی غلامی سے نکل کر سیر ہو کے دو وقت کی روٹی کھا سکیں گے اور چین کی نیند سو سکیں گے۔ سوڈان نے تو اچھی سمت میں عمدہ سفر کا آغاز کر دیا ہے، باقیوں کی دیکھیں کب سنی جاتی ہے۔

ہم گزشتہ دنوں ایتھوپیا میں ہونے والی افریقی یونین کی کانفرنس کے اس مطالبے کو جائز اور برحق سمجھتے ہیں کہ سلامتی کونسل میں برّاعظم افریقہ کو مشترکہ طور پر ایک مستقل نشست دی جائے۔ اور تمام غریب اور بھوک سے نڈھال افریقی ممالک کے قرضے معاف کر کے اس خطے کی عوام کو جینے دیا جائے۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
0641-462501
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان

عینک فریبی

زبان میری ہے بات اُن کی

- ❑ رواں مالی سال کے آٹھ ماہ میں مہنگائی میں مسلسل اضافہ ہوا۔ (سٹیٹ بینک)
- ● غربت کا گرتا ہوا گراف ہوا ہو گیا!
- ❑ اسلام‘ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ کی تعلیمات کو تسلیم کرتا ہے۔ (وفاقی وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی)
- ● مگر عیسائی اور یہودی تو حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کو تسلیم نہیں کرتے
- ❑ ’’زیادتی کے واقعات کمائی کا ذریعہ ہیں‘‘ صدر کے بیان پر دکھ ہوا۔ (مختار مائی)
- ● یہ روشن خیالی ہے۔ بی بی! دُکھی نہ ہو۔
- ❑ پاکستان کے جوہری پروگرام سے کوئی خطرہ نہیں۔ (اسرائیل)
- ● سانپ کے دانت نکال دیئے گئے ہیں۔
- ❑ یہودیت، عیسائیت مخالف مواد قبول نہیں۔ (جاوید اشرف قاضی)
- ● قرآن مجید میں یہودیت، عیسائیت مخالف مواد موجود ہے‘ اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟
- ❑ زرمبادلہ کے ذخائر کا یہ مطلب نہیں کہ ہر شہری کو چیک کاٹ کر دیں۔ (شوکت عزیز)
- ● اُس باپ کی بھری ہوئی جیب کو آگ لگانی ہے‘ جس کی اولاد بھوکی مر رہی ہو۔
- ❑ دینی اسناد والے بارہ یونین ناظم نااہل قرار دے دیئے گئے۔ (ایک خبر)
- ● جبکہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر (اہل) آدمی وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور پڑھائے۔
- ❑ شادی جسم فروشی کا سب سے مہنگا ادارہ ہے۔ (احمد فراز)
- ● کہتے ہیں شراب اندر جاتی ہے تو آدمی باہر آ جاتا ہے۔
- ❑ پی ٹی سی ایل: اندرون ملک ناک آؤٹ ریٹ، رات آٹھ بجے سے صبح آٹھ بجے تک ڈیڑھ روپیہ فی منٹ۔ (ایک اشتہار)
- ● اور لوکل کالز کا بل بے بنیاد ڈال دیا جاتا ہے کہ صارف کے پاس اس کی چیکنگ کا کوئی ذریعہ نہیں۔
- ❑ اسلامیات سمیت تمام مضامین کا نصاب تبدیل ہوگا۔ (صدر پرویز)
- ● مسلمانوں کے دل سے روحِ محمد ﷺ نکالنے کا پروگرام!

رپورٹ: محمد یوسف شاد

ظلمت سے نور تک

معروف کرکٹر یوسف یوحنا نے اسلام قبول کرلیا:

مکہ معظّمہ میں کلمہ پڑھا۔گزشتہ روز ساتھی کھلاڑیوں کے ساتھ با جماعت نمازِ مغرب ادا کی

کرکٹ کے کھلاڑی اور معروف بیٹسمین یوسف یوحنا نے بچوں اور اہلیہ سمیت اسلام قبول کرلیا۔ان کا اسلامی نام محمد یوسف ہے۔انہوں نے اپنے مشرف بہ اسلام ہونے کا اعلان کیا اور پہلی بار ساتھی کھلاڑیوں کے ساتھ مل کر کھلے بندوں نمازِ مغرب ادا کی۔محمد یوسف نے کہا کہ میں نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا ہے۔اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اسلام میں داخل ہوا ہوں۔اسلام کی سچائی سے متاثر ہو کر یہ مذہب اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے، مجھ پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہے، میں نے نیک نیتی اور سچے دل سے اسلام قبول کیا ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ میرے والدین کو بھی ہدایت ملے۔مجھے اللہ تعالیٰ پر یقین ہے وہ جو بھی کرے گا بہتر کرے گا۔حضور ﷺ میرے آئیڈیل ہیں' کیونکہ آپ ﷺ کی زندگی' دنیا بھر کے لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔حضور ﷺ کی زندگی کے واقعات سننے کے بعد ہی میری زندگی میں تبدیلی واقع ہوئی۔دنیا میں اسلام سے اچھا کوئی مذہب نہیں۔رائے ونڈ میں لوگوں کو دیکھ کر مسلمان ہونے کا جذبہ پیدا ہوا۔تین سال سے رائے ونڈ کے تبلیغی اجتماعات میں شرکت کر رہا ہوں۔جس طرح کا رویہ میرے ساتھ' میرے مسلمان بھائیوں نے کیا۔اگر اس طرح ہر ایک مسلمان دوسرے مذاہب کے لوگوں سے اختیار کرے تو دنیا میں کوئی غیر مسلم نہ رہے۔میں چاہتا ہوں کہ مذہب اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے پکا اور سچا مسلمان بن سکوں۔پانچ وقت نماز پڑھ کر اور نیک اعمال کر کے جو دلی سکون مجھے حاصل ہو رہا ہے اسے بیان کرنا آسان نہیں۔اللہ کا شکر ہے کہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوا ہوں۔اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے' اس نے مجھے بھی ہدایت دی۔ذہن سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا۔بیوی بچوں کو اسلام کی تعلیم دلاؤں گا۔خواہش ہے کہ موت آئے تو کلمہ طیّبہ نصیب ہو۔سابق کپتان سعید انور نے ان کی زندگی میں اہم تبدیلی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ساتھی کھلاڑیوں نے ان کو اسلام قبول کرنے پر مبارک باد دی اور دین پر استقامت کی دعا کی۔

ساتھی کھلاڑیوں نے کہا کہ یوسف پہلے سنچری بنانے کے بعد صلیب کا نشان بناتے تھے' اب مسلمان اُن کو سنچری بنانے پر اللہ کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہوئے دیکھیں گے اور کرکٹ کی نئی تاریخ رقم ہوگی۔

قیوم قریشی

مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کی کہانی

ماہنامہ ''نقیبِ ختمِ نبوت'' کے ماہ جولائی ۲۰۰۵ء کے شمارے میں میرے دادا جان مرحوم ومغفور کے حوالے سے حکیم نورالدین کا ذکر پڑھ کر بعض دوستوں کے دل میں ایک سوال پیدا ہوا اور انہوں نے اس سوال کا جواب جاننے کیلئے مجھ سے رابطہ کیا ہے۔اس سوال کا تعلق میرے مضمون کے اس حصے سے ہے جس میں دادا جان اور ان کے ساتھی کے استخارے کے یکساں نتائج سننے کے بعد حکیم نورالدین کا ردعمل بتایا گیا تھا۔قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ استخارے کے نتائج سن کر اس نے دادا جان کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ

''عمر دین حقیقت تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں لیکن میں نے جو راہ اختیار کی ہے میں اس پر چلنے پر مجبور ہوں
'اس لیے سمجھ لو کہ آج سے میری اور تمہاری راہیں جدا ہیں اور ہم اب آپس میں ایک دوسرے سے ملیں گے بھی نہیں۔''

اس پر قدرتی طور پر کچھ ذہنوں میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

''آخر وہ کیا مجبوری تھی جس نے نورالدین جیسے صاحب علم وفضل (علم وفضل کی حقیقت تو ظاہر ہو چکی ہے)
کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے تھے اور وہ حقیقت جاننے کے باوجود اپنی اختیار کردہ راہ ترک نہ کر سکا ہو؟''

اس سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں۔اس کا کوئی دستاویزی ثبوت میرے پاس تو موجود نہیں اور جو کچھ دستاویزی ثبوت کی صورت میں کبھی موجود تھا وہ جموں میں دادا جان مرحوم ومغفور کے کاغذات کے ساتھ ہی کہیں رہ گیا۔البتہ یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں نے اور میری نسل کے دوسرے لوگوں نے ہوش سنبھالا تھا تو مجلس احرار اسلام کے روحِ رواں امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ اور مدیر ''زمیندار'' مولانا ظفر علی خان مرحومین کے کہے ہوئے یہ الفاظ ہمارے کانوں میں مسلسل گونجتے رہے کہ:

''قادیانیت ایک ایسا زہریلا پودا ہے جو انگریز نے ہندوستان اور خاص طور پر
پنجاب میں اسلام کے تناور درخت کو نقصان پہنچانے کے لیے خود کاشت کیا ہے۔''

ان دونوں مرحوم بزرگوں کے الفاظ کا بھی ایک پس منظر تھا جو ان دنوں بہت بڑے اہلحدیث عالم، مولانا ثناءاللہ امرتسری مرحوم ومغفور اور سید عطاءاللہ شاہ بخاری اور مولانا ظفر علی خانؒ کی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے ہمارے سامنے آ چکا تھا۔ان تقریروں اور تحریروں سے (جن کا کوئی نہ کوئی ریکارڈ اب بھی کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی کے پاس ضرور موجود ہوگا) جو کچھ سامنے آیا اور جو کچھ میرے حافظے میں اب تک محفوظ چلا آ رہا ہے، اس کا لب لباب یہ تھا کہ اس وقت کے پنجاب میں مسلمان' انگریز حکمرانوں کے قابو میں نہیں آ رہے تھے اور زور اور زر کے استعمال کی صورت میں ان کی تمام کوششیں بری طرح ناکام ہو رہی تھیں۔پنجاب کے انگریز گورنر کی شامت آئی ہوئی تھی۔لندن میں واقع دفتر ہند (India Office) اور اس کے انچارج وزیر اور دوسرے حکمرانوں نے گورنر پنجاب کا ناطقہ بند کر رکھا تھا اور اسے پنجابی مسلمانوں پر قابو پانے میں ناکامی پر مسلسل سرزنش کی جا رہی تھی۔آخر گورنر نے اپنی تمام ایجنسیوں اور متعلقہ اداروں کی اطلاعات، جائزوں اور تجزیوں پر مبنی ایک

رپورٹ تیار کی اور لندن میں وزیر ہند کو بھیج دی۔اس رپورٹ میں دوٹوک الفاظ میں کہا گیا تھا کہ پنجابی مسلمان صرف اپنے نبیا کی بات مانتا ہے، اس لیے اس کا سر جھکانے کی کوئی بھی کوشش کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتی۔

اس رپورٹ کا جو جواب وزیر ہند نے دیا، وہ بھی بڑے دوٹوک انداز میں تھا اور اس میں پنجاب کے انگریز گورنر کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ''پنجابی مسلمانوں کے لیے نبی پیدا کرو'' (نعوذ باللہ) گورنر کے لیے یہ حکم بڑا عجیب وغریب تھا، تاہم اس کے مشیروں میں بڑے بڑے بزرجمہر شامل تھے۔انہوں نے گورنر کو بہت تسلی دلائی کہ یہ کام اتنا مشکل نہیں کہ اسے ناممکنات میں شمار کرلیا جائے۔ان دنوں حکیم نورالدین کو اپنی پیشہ ورانہ مہارت اور قابلیت کی وجہ سے سرکاری دربار میں اچھی خاصی رسائی حاصل تھی۔مشیران کرام نے گورنر کی مشکل نورالدین سے بھی بیان کی اور اس سلسلے میں اس کی مدد بھی چاہی۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب مبلغِ اسلام اور مناظرِ اسلام کی حیثیت سے مرزا غلام احمد (قادیانی) کا بہت چرچا تھا۔آریہ سماجوں کے ساتھ مرزا قادیانی کے مناظرے بڑی شہرت اختیار کرچکے تھے اور ان مناظروں کے حاضرین کی تعداد بھی بہت زیادہ ہوتی تھی اور اکثر وبیشتر ان مناظروں میں فتح مرزا قادیانی ہی کو حاصل ہوتی تھی۔مرزا کے ساتھ حکیم نورالدین کی دوستی ضرب المثل کی حیثیت رکھتی تھی اور مرزا پر حکیم کا اثر بھی بہت تھا۔جب انگریز گورنر کے مشیروں نے حکیم نورالدین کو اپنا مسئلہ پیش کیا تو اس کا ذہن فوری طور پر مرزا قادیانی کی طرف گیا اور اسے مرزا کی شکل میں ایک بنا بنایا (جھوٹا) نبی نظر آگیا۔بس پھر کیا تھا' اس نے گورنر کے مشیروں کو اطمینان دلا دیا کہ ان کا کام ہوجائے گا اور ساتھ ہی اس نے مرزا پر کام شروع کردیا اور بالآخر اسے یہ یقین دلانے میں کامیاب ہوگیا کہ ''تم کوئی عام قسم کے مناظرہ باز عالم دین نہیں، تم تو اس سے بہت بڑے اور بہت آگے ہو، بلکہ تم تو نبی ہو اور تم پر وحی نازل ہوتی ہے۔(ایک بار پھر نعوذ باللہ)

حکیم نورالدین اپنی کوششوں میں کامیاب ہوگیا اور مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو نبی سمجھ لیا اور سب سے پہلے اس کے دوست نورالدین نے اپنے ہی بنائے ہوئے اس نبی کے ہاتھ پر بیعت کی۔اس طرح انگریز حکومت نے اپنے گورنر کے ذریعے پنجاب میں جھوٹی نبوت کا پودا کاشت کردیا اور پھر اس کی ہر ممکن طریقے سے آبیاری کی۔حکیم نورالدین نے دادا جان مرحوم ومغفور اور ان کے ساتھی کے استخارہ کے مشترکہ نتائج سننے کے بعد اصل حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود ارتداد کی راہ سے واپسی کے سلسلے میں اپنی جس معذوری ومجبوری کا ذکر کیا تھا وہ معذوری ومجبوری اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ وہ خود اس جھوٹی نبوت کا روح ورواں تھا اور انگریز حکومت کے ساتھ کسی سودے بازی یا commitment نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے تھے۔ان دنوں مرزا قادیانی کے کذب اور جھوٹی نبوت کے دعوے کے خلاف بڑی بڑی شاہکار نظمیں لکھی گئیں، جو مسلمانوں کے بچے بچے کی زبان پر جاری ہوگئی تھیں۔نثر میں بھی انشاء پردازی کے بڑے جوہر دکھائے گئے۔اس جھوٹے دعویٰ نبوت کے خلاف جس قسم کا شدید اور انتہائی والہانہ ردعمل ہوا تھا، اس کی موجودگی میں انگریز حکمرانوں کا کاشت کیا ہوا یہ پودا شاید جڑ بھی نہ پکڑ سکتا لیکن انگریز نے اسے ایسا تحفظ مہیا کیا کہ یہ پروان چڑھتا رہا اور آج تک اسلام کے لیے ایک بہت بڑا فتنہ بنا ہوا ہے۔

قادیانی پراپیگنڈے کے توڑ کے لیے امریکہ میں ریڈیو اسٹیشن قائم کردیا گیا

لندن (اسلام نیوز) نارتھ امریکہ میں قادیانیوں کی ریڈیو اور میڈیا پر بڑھتی ہوئی سرگرمیوں اور دجل وتلبیس پرمبنی پراپیگنڈے کا توڑ کرنے کے لیے اور صحیح اسلامی تعلیم کو روشناس کرانے کے لیے کچھ عرصہ قبل حافظ صدیق ستہ اور دوسرے مسلمانوں نے ایک ریڈیو اسٹیشن قائم کیا ہے اور اس کی نشریات کو چند ہفتوں میں ہی بڑی مقبولیت حاصل ہونا شروع ہوگئی ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن باوا (عالمی مبلغ ختم نبوت، ڈائریکٹر ختم نبوت اکیڈمی لندن) نے مبارک باد کے علاوہ مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ یہ ریڈیو انٹرنیٹ کے اوپر اس ایڈریس پر بھی سنا جاسکتا ہے۔ **Kile AM 1560 Houston Taxas-Home** مورخہ ۳رجولائی ۲۰۰۵ء کو اس ریڈیو کے منتظمین نے جرمنی سے شیخ راحیل احمد کا لائیو انٹرویو نشر کیا۔ اس میں حافظ صدیق ستہ، مولانا حافظ اقبال اور جناب عاطف آف ہوسٹن، ٹیکساس پر مشتمل پینل نے شیخ صاحب سے انٹرویو کیا۔ جس میں شیخ صاحب کی سابقہ زندگی کا قادیانی پس منظر، اسلام قبول کرنے کی وجہ، کہاں اور کس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسلام میں آنے سے پہلے اور آنے کے بعد کی کیفیت پر مشتمل سوالات کئے۔

شیخ راحیل صاحب کے انٹرویو سے قبل مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا پاکستان سے لائیو تفصیلی بیان ہوا۔ سامعین کی لگاتار فون کالز کے ذریعے پتہ چلتا تھا کہ مفتی صاحب کے بیان اور ان سوالات اور جوابات کو بہت پسند کیا گیا ہے اور اس ریڈیو کے قیام نے ان میں ایک نیا جوش بھر دیا ہے۔ موجودہ اور آئندہ مصروفیات کے بارے میں سوالات کا جواب دیتے ہوئے شیخ صاحب نے بتایا کہ میں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کرنے کے ساتھ ہی قادیانیت کا کام مختلف مواقع پر تقریروں اور باقاعدہ تحریروں سے شروع کردیا تھا اور کررہا ہوں اور ان شاء اللہ آخری سانس تک بلا کسی دنیاوی لالچ اور فائدہ کے رسول کریم ﷺ کی خاتمیت کو قبول نہ کرنے والے فتنہ کی فتنہ انگیزیوں کا مقابلہ کرنے میں مصروف رہوں گا۔ ریڈیو کے منتظمین نے اس انٹرویو اور شیخ راحیل احمد پر قادیانیت سے متعلق سامعین کے سوالات، خیر مقدمی پیغامات اور دلچسپی کو دیکھ کر حافظ اقبال نے بھی اپنے خطاب کا وقت اس پروگرام کو دے دیا اور دوسرے پروگراموں کا وقت بھی قادیانیت پر اور اس سے اسلامی سوالوں کے جوابات کو دے دیا گیا۔ سامعین کے سوالوں کے جواب، جناب حافظ اقبال صاحب، عاطف صاحب، حافظ صدیق ستہ صاحب اور شیخ راحیل احمد صاحب نے بڑی خوش اسلوبی سے دیئے۔ خاص طور پر حافظ صاحب کے کئی سوالوں کا قرآنی آیات اور ان کی تشریح کے حوالے کے ساتھ جوابات کافی موثر تھے۔ ایک سوال

کے جواب میں شیخ راحیل احمد نے بتایا کہ قادیانی اپنے بچوں اور جماعت کی تربیت میں تین باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ پہلی یہ کہ بچوں کے دل میں مرزا غلام احمد قادیانی کا نام، اس کے خاندان اور قریبی ساتھیوں کا مقام اس طرح ان کے ذہن میں بیٹھ جائے کہ اس کے مقابلہ میں پیغمبرِ اسلام سیدنا محمد رسول ﷺ کے اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام (نعوذ باللہ) مدہم پڑ جائے۔ نیز ربوہ اور قادیان کو اب مکہ اور مدینہ پر افضلیت حاصل ہوگئی ہے (نعوذ باللہ) دوسرے ان کے دماغ میں قادیانی جماعت کے اخراجات اس طرح بیٹھ جائیں کہ وہ کسی معمول کی طرح بلا چون وچرا مرزا قادیانی کے خاندان کے اللے تللے پورے کرتے رہیں اور تیسری بات علمائے اسلام سے نفرت اور ان کی ہر بات کو جھوٹ سمجھیں تاکہ قادیانی مذہب کا دجل عام قادیانی پر نہ ظاہر ہو جائے۔ قادیانیوں کے دماغ میں یہ بات بھی ڈالی جاتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنی راہ کا کانٹا سمجھیں اور ہر طریق پر ان کانٹوں کو ہٹائیں۔ بہت سے سامعین کے علاوہ خاص طور پر لندن سے پروگرام کے دوران ختم نبوت اکیڈمی کے کارکنان کی طرف سے بھی مبارک باد اور پسندیدگی کے ٹیلی فون لگاتار آتے رہے۔ جس سے منتظمین کو بہت خوشی ہوئی اور دینی کام کرنے کے لیے ان کے حوصلے مزید بلند ہوئے۔ دوسری جانب ویب سائٹس پر ساتھی لائیو پروگرام سن رہے تھے اور اپنے اپنے ملکوں سے ٹیلی فون کر کے اس پروگرام میں شریک ہو رہے تھے۔ اس ریڈیو سٹیشن کے بانی ممبر حافظ ستار صاحب نے ہوسٹن میں مسلم اداروں کا تعارف بھی کرایا اور پیشکش کی کہ آپ کو اسلام پر جس قسم کی معلومات چاہیے ہوں، ان کے حصول کے لیے وہ ہر قسم کا تعاون کریں گے۔

پروگرام میں قادیانیوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے متعلق سوالوں کے جواب میں شیخ راحیل احمد نے کہا کہ ہم سخت زبان استعمال کر کے یا طنزیہ گفتگو کر کے قادیانیوں کو اسلام سے مزید دور تو کر سکتے ہیں لیکن قریب نہیں لا سکتے۔ ان سے اچھا برتاؤ کیا جائے اور حکمت و اخلاق اور اسوۂ رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے ان کو پیغام دیا جائے۔ اس موضوع پر پینل کے ممبر حافظ اقبال صاحب نے بھی اسلامی احکام کی قرآنی آیات کے حوالے سے تشریح کی۔ سامعین کے ساتھ منتظمین کے لیے بھی یہ ایک خوشگوار حیرت تھی کہ یہ پروگرام چالیس سے زیادہ ملکوں میں سنا جا رہا تھا۔ اس سے اہل اسلام کی اپنے عقیدہ ختم نبوت سے والہانہ اور گہری وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ قادیانی جو میڈیا پر ایسے سوالات و جوابات کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے جس سے وہ اپنے عقیدہ کا نام متعارف کروا سکیں، اس پروگرام کے دوران ایسے خاموش ہوئے جیسے شیر کے سامنے لومڑی۔ شیخ صاحب اور ریڈیو کے انٹرویو پینل کے بار بار چیلنج کے باوجود ایک قادیانی بھی سوال کرنے یا کسی علمی گفتگو یا مناظرے کے چیلنج کو قبول کرنے کے لیے سامنے نہیں آیا۔ ریڈیو کے منتظمین نے عہد کیا کہ وہ ان شاء اللہ تعالیٰ اسلام کی سربلندی کے لیے آئندہ بھی سرگرم رہیں گے۔

(روزنامہ ’’اسلام‘‘۔ ۵/جولائی ۲۰۰۵ء)

مولانا محمد اسلم شیخو پوری

مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ......ایک حق گو عالم دین

اس میں شک نہیں کہ حضرت مولانا ابوذر بخاری شاہ صاحب رحمہ اللہ ایک بہت بڑے انسان کے بیٹے تھے۔انہوں نے اپنے عظیم باپ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی عظیم روایات کو بھی خوب اچھی طرح نبھایا لیکن ان کا اعزاز واکرام محض ایک بڑے باپ کے بیٹا ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ان کے ذاتی کمالات، انسانی اخلاق، وسیع مطالعہ اور اسلامی صفات بھی ایسے تھے کہ ان کے دشمن بھی ان کے احترام پر اپنے آپ کو مجبور پاتے تھے۔

شعر وادب،تصنیف وتالیف، وعظ وخطابت، درس وتدریس اور تعلیم وتربیت جیسے بظاہر متضاد شعبوں میں وہ یکساں مہارت رکھتے تھے، ان کی پچاس کے قریب تصانیف ان کے علم وقلم کی میراث کے طور پر ہمیشہ ان کی یادوں کو تازہ رکھیں گی۔

مجلس احرار اسلام کے ساتھ ان کا تعلق اتنا شدید تھا کہ بسا اوقات دوسرے تعلقات اس کے مقابلے میں ماند پڑ جاتے تھے۔ وہ سات برس تک مجلس احرار کے امیر رہے۔قادیانیوں کے مرکز چناب نگر (ربوہ) میں پہلی بار انہوں نے جمعہ کا اجتماع منعقد کیا اور وہاں مسلمانوں کی پہلی مسجد ''جامع مسجد احرار'' کی بنیاد رکھی۔

دفاع صحابہ کے سلسلے میں بھی ان کی خدمات قابل رشک ہیں۔صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں وہ کسی قسم کی رواداری کے قائل نہ تھے انہیں فنافی الصحابہ کا لقب دینا یقیناً مبالغے سے خالی ہوگا۔ مذہب، تاریخ، ملک اور سیاست کے حوالے سے جس بات کو وہ حق سمجھتے تھے اسے ڈنکے کی چوٹ پر لگی لپٹی رکھے بغیر بیان کر دیتے۔اکابر کا احترام، بزرگوں کے فرمودات، معاصرین کی آراء مخالفین کی غوغا آرائی، دشمنوں کی ژاژ خائی اور قید و بند کا خوف انہیں اپنی رائے کے اظہار اور حق کے بیان سے باز نہیں رکھ سکتے تھے۔

لاکھوں کے مجمع اور جبہ و دستار کی ہمہ گیر بہار میں بھی اگر کوئی بات خلاف حقیقت کہی جاتی تو وہ اس کی تردید میں لمحہ بھر توقف نہیں کرتے تھے، رسمی قسم کے آداب محفل اور زمانہ سازی کا خیال ان کی زبان پر قدغن نہیں لگا سکتا تھا۔آج جب کہ'' جمہوریت'' کا مرض عوام تو عوام' خواص تک کو لاحق ہو چکا ہے اور بڑے سے بڑے مدعیان دین بھی جمہوریت کی تنگنائے سے اسلامی انقلاب کی آمد کی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں اور اپنی ساری توانائیاں اسی مغرب زادی کے کاکل و رخسار کی تزئین و آرائش کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں۔جمہوریت زدگی کے اس ماحول میں انہوں نے دوٹوک الفاظ میں اس کی تردید کی اور برسر عام کہا:

''بعض فریب خوردہ علماء اور جماعتیں برسوں تک ہماری غریب جماعت مجلس احرار اسلام کا حسب سابق مذاق اڑاتے رہے اور ہمارے ساتھ اس بحث میں مصروف رہے کہ آپ پہلے جمہوریت بحال کرالیں پھر اسلام آ جائے گا۔ میں آج بھی کہتا ہوں کہ اسلام کو جمہوریت کی چادر میں لپیٹ کر لانے والو! تم نے دس سال تک جمہوریت کے نام پر اسلام کو رسوا کیا، اسلام نہیں آیا۔ پھر دس سال تک جمہوریت کو ڈکٹیٹرشپ کی گود میں پالنے والوں نے ڈکٹیٹری کا بیوپار کیا۔ جمہوریت تو نہ آئی مگر ڈکٹیٹرشپ آ گئی۔ پھر ڈکٹیٹرشپ کو ہٹانے کے لیے ایک اور ڈکٹیٹر آ گیا۔ صدارت بھی گئی اور جمہوریت بھی، اسلام پھر یتیم اور مظلوم!

بدنصیب ہیں وہ علماء، وہ دینی جماعتیں اور ان کے سیاسی لیڈر جو اسلام کی بجائے جمہوریت کا پرچم اٹھائے قیادت کا راگ الاپتے رہے لیکن مسلمانوں کی قدر مشترک، اجتماعیت کے نشان اور مرکزیت کی علامت، ختم نبوت کے لیے ان کو اکٹھا ہونا یاد نہ رہا۔ آج وہ اپنی آنکھوں سے جمہوریت کا حشر دیکھ چکے۔ انہوں نے پہلے جمہوریت کے نام پر اسلام کو برباد کیا، پھر ڈکٹیٹرشپ آئی اور ڈکٹیٹرشپ کے بعد اب پھر جمہوریت کا راگ الاپا جا رہا ہے۔

آج سن لو! جب تک اسلام کو اسلام کے نام سے نہیں لایا جائے گا، اسلام نہیں آئے گا۔ اسلام کفر کے سہاروں کا محتاج نہیں۔ کوئی کافرانہ جمہوریت، مریکی صدارتی نظام، برطانوی پارلیمانی نظام، کسی ماؤ، لینن وسٹالن کا کفریہ نظام سوشلزم اور کمیونزم' اسلام کو نہیں لا سکتا۔ اسلام اپنے نام سے آئے گا اور کفر اپنے نام سے۔ جب تک اس سیاسی ناٹک اور فریب کا پردہ چاک نہیں کیا جائیگا، مداریوں کی ان پٹاریوں کو کھول کر عوام کے سامنے عریاں نہیں کیا جائیگا، جب تک آپ کی قوت فکر وعمل ایک نہیں ہوگی، تمام مکاتب فکر اسلام کے دستور پر اکٹھے نہیں ہوں گے' اسلام نہیں آئے گا۔'' (خطاب شرکاء جلوس احرار کانفرنس چنیوٹ، ۲۴ مارچ ۱۹۷۲ء)

اپنے ایک دوسرے خطاب میں انہوں نے ان لوگوں کی تردید فرمائی ہے جو جمہوریت اور جمہوریت کے بانی افلاطون اور ارسطو کو انسانی حقوق کا علمبردار بتاتے ہیں۔ انہوں نے حاصل پور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''آج پھر دین حق پر کفر آمیز تنقید کی وباء پھوٹ پڑی ہے۔ ازلی و ابدی سچائیوں کی تردید کا طاعون پھیل گیا ہے۔ خلاف شریعت عقائد ونظریات کی توپیں چل رہی ہیں۔ پھر وہی زبان بولی جا رہی ہے، علماء کی عزت کو چیلنج ہو رہا ہے۔ پھر پیغمبر علیہ السلام کی عزت پر حرف آ رہا ہے، قرآن کی غلط تفسیریں ہو رہی ہیں، ناپاک جمہوریت کو اسلامی نظام پر ترجیح دی جا رہی ہے اور افلاطون کو انسانی حقوق کا علمبردار بتایا جا رہا ہے۔

میں کہتا ہوں! کائنات میں اس سے بدترین جھوٹ کوئی نہیں۔ یہ پیغمبروں کی پوری جماعت پر تہمت ہے۔ وہ افلاطون جو اپنے ایمان کی ضمانت نہیں دے سکتا، وہ دنیا کو سب سے پہلے انسانی حقوق سے کیسے آشنا کر سکتا ہے؟ اگر اللہ کی مخلوق کو پہلی مرتبہ اس کے حقوق سے آشنا کرنے والا افلاطون یا اس کا بدمعاش شاگرد' ارسطو ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام کس لیے بھیجے گئے؟ وہ دنیا میں کیا کرنے آئے تھے، جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ساری کائنات کو اللہ کی طرف سے دیئے ہوئے عوامی حقوق سے آشنا کرایا، اس وقت جمہوریت کے کسی باباجان کا عالم ارواح میں

بھی وجود نہیں تھا۔ کائنات میں ایسا کوئی زمانہ نہیں گزرا کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی نبی اور رسول خطۂ زمین پر بسنے والے عوام کو ان کے حقوق نہ بتا رہا ہو اور انہیں ان کی پامال زندگی سے اٹھا کر انسانیت کے مرتبہ پر فائز نہ کرتا رہا ہو۔'' (۲ مارچ ۱۹۸۲ء)

مروجہ جمہوریت کی مخالفت کرنے پر بھی کئی جمہوری علماء ان سے کھنچے کھنچے سے رہتے تھے مگر وہ اس باپ کے بیٹے تھے جس نے کبھی اقتدار کے ماتھے کی شکنوں کی پروانہ کی تو یہ اپنے معاصرین کی خفگی کی کیسے پرواہ کرتے؟

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ نے اپنے اس بیٹے کی خاص طور پر تربیت کی تھی اور آپ نے زمانۂ طفولیت کے بعد شباب کی دہلیز پر ان کی موجودگی میں قدم رکھا تھا، تعلیمی زندگی کے بعد عملی زندگی کا آغاز بھی اپنے عظیم المرتبت والد کی حیات میں کر دیا تھا۔ انہیں اساتذہ بھی ایسے میسر آئے جو ہیرے کی تراش خراش اور اس کے حُسن کو نکھارنے کے فن کے ماہر تھے۔ مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے بارے میں تو یہ ثقہ روایت ہے کہ جب حضرت بخاری رحمہ اللہ اپنے اس بیٹے کو تعلیم کی غرض سے ان کی خدمت میں لے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ

''ہم میاں بیوی نے تو اللہ سے مانگ کر آپ کا یہ بیٹا لیا ہے یہ کہیں نہیں جا سکتا''

واقعی وہ دور ایسا تھا جب اساتذہ سکوت نیم شب میں عجز و انکساری کی تصویر بن کر اللہ سے باصلاحیت شاگرد مانگا کرتے تھے اور جب خوش قسمتی سے ایسے تلامذہ انہیں میسر آ جاتے تھے تو وہ خونِ جگر سے ان نوخیز پودوں کو یوں سینچا کرتے تھے کہ ان کی شاخ زندگی پر علم و عمل کے رنگا رنگ پھولوں کی پھبن دیکھنے والی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھی اور چمن ان کی بُوئے جانفزا سے معطر ہو جاتا تھا۔ مولانا سید ابوذر بخاری خوش قسمت تھے کہ انہیں ایک خدا رسیدہ باپ کی محبت و شفقت بھی میسر آئی اور معرفت چشیدہ استاد کی تعلیم و تربیت بھی۔ انہوں نے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ جیسے شیخ کی صحبت میں رہ کر تصوف و سلوک کی منازل طے کیں اور خلعت خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ وہ علم و عمل کے کسی شعبے میں بھی کسی سے پیچھے نہ رہے، ان کی خدمات کا دائرہ صحافت سے خطابت تک، شاعری سے نثر نگاری تک، منبر و محراب سے جلسہ و اسٹیج تک، ردِّ رفض سے ردِّ قادیانیت تک پھیلا ہوا ہے۔ آج جبکہ ان کے متعلقین ایک شعلہ بیان مقرر، حق گو عالم دین، بے باک صحافی، تاریخ کے مدوجزر پر گہری نظر رکھنے والے مؤرخ، شب بیدار عابد زاہد، رفض و قادیانیت کے لیے شمشیر برہنہ کی یاد میں سوگوار ہیں، نہ معلوم کیوں اس ناقص کے دل میں رہ رہ کر یہ ہوک اٹھتی ہے کہ افسوس مغربی جمہوریت اور جمہوریت زدوں کے خلاف جہادِ مسلسل کرنے والا ایک عظیم مجاہد نہ رہا۔ قائد احرار، جانشین امیر شریعت کو ہم سے رخصت ہوئے دس برس بیت گئے ہیں مگر ان کا نعم البدل کوئی نہیں۔ انہوں نے تقریباً ستر برس عمر پائی۔ ۲۴/اکتوبر ۱۹۹۵ء کو ملتان میں انتقال ہوا اور اپنے عظیم باپ کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری

شورش کاشمیریؒ......ایک ہمہ پہلو شخصیت

آغا شورش کاشمیری (۱۹۱۷ء۔۱۹۷۵ء) کا نام عبدالکریم اور ان کے والد ماجد کا اسم گرامی میاں نظام الدین تھا۔ان کے بزرگ کسی زمانے میں کشمیر سے آئے تھے اور امرتسر کو انھوں نے اپنا وطن بنالیا تھا۔ان کے والد نے لاہور میں بودوباش اختیار کرلی تھی۔اس لیے شورش مرحوم کا پہلا آبائی وطن کشمیر، دوسرا امرتسر اور مولد ومنشائے طفولیت لاہور تھا لیکن وہ لاہوری ہوکر بھی مشہور کشمیر کی نسبت سے ہوئے۔

شورش کاشمیریؒ کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا' جسے بہ مشکل آذوقۂ زندگی فراہم ہوتا تھا۔معاشی حالات کی ابتری نے انہیں میٹرک کے کمرۂ امتحان تک نہ پہنچنے دیا۔ان کے چھوٹے بھائی یورش کاشمیری دق کے موذی مرض میں مبتلا ہوئے اور علاج کا سروسامان فراہم نہ ہونے کی وجہ سے نوجوانی تک پہنچتے پہنچتے موت سے ہمکنار ہوگئے۔شورش مرحوم نے اپنی مکتبی تعلیم کی کمی کو اپنے شوقِ مطالعہ سے پورا کرلیا لیکن بھائی کی بے کسی اور لاچاری کی موت اور اس کی دائمی مفارقت کا داغ اپنے دل سے کبھی نہ مٹاسکے۔

شورش کاشمیری غربت میں پیدا ہوئے،مصائب وشدائد میں پلے،تحریکوں میں پروان چڑھے،ہنگاموں میں زندگی گزاری،طوق وسلاسل سے کھیلے،قیدوبند کی آزمائشوں سے گزرے اور بالآخر ذوق ومزاج اور سیرت کے ایک خاص سانچے میں ڈھل کر ایک ستودہ صفات شخصیت بن گئے۔ان میں عقیدہ وفکر اور اخلاق وسیرت کی بہت سی خوبیاں جمع ہوگئی تھیں۔شورش مرحوم نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔اس کے نشیب وفراز سے گزرے تھے'اس کے سردوگرم سے متاثر ہوئے تھے۔ان کی حساس طبیعت اور اخّاذ ذہن نے ہر دورِ حیات اور ہر دائرہ فکروعمل کے اثرات کو قبول کیا تھا۔افکاروتجربات نے ان کی زندگی کو حسین اور سیرت کو پختہ بنادیا تھا۔ان کی زندگی بہت سی خوبیوں کا مجموعہ تھی لیکن ان میں کمزوریاں بھی تھیں۔تضادات سے خالی نہ تھے۔وہ کوئی واعظ ومصلح،صوفیِ صافی،صاحب سجادہ اور خانقاہ نشیں نہ تھے'وہ زاہد شب زندہ دار نہ تھے،ان کا شمار متقی اور پرہیزگار لوگوں کی صف میں بھی نہ ہوتا تھا لیکن ان کی ذات ان عیوب سے یقیناً پاک تھی'جن میں بہت سے دین دار مبتلا ہوتے ہیں۔ان کا کارنامہ ان سب لوگوں سے بڑا ہے۔انہوں نے ملک کی آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا،انگریزی استعمار کا مقابلہ کیا اور قیامِ پاکستان تک اپنی تیس سالہ زندگی کا،ایک تہائی اور عملی زندگی کا دوتہائی (اگر پندرہ برس کی عمر کو عملی زندگی کا آغاز مان لیا جائے تو) تقریباً دس برس قید یا نظربندی کی نذر کرچکے تھے۔صوفیاء ومشائخ اور ان کی عیش کوش اولاد کو یہ شرف کہاں حاصل ہوا تھا۔قیام پاکستان کے بعد اٹھائیس سالہ زندگی کا دور

بھی آزمائشوں سے خالی نہ تھا۔انہوں نے پوری استقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا۔خواہ انہوں نے زندگی کے کسی مقام ومرحلے میں ٹھوکر کھائی ہولیکن انہوں نے سیاہ کوسفید کہنے سے ہمیشہ انکار کیا۔ان کا دامن لوٹ ولالچ اور ہوس کی آلودگی سے پاک رہا۔انہوں نے اپنے ذوق کے مطابق صحافت کوخدمت کا ذریعہ بنایا تھا اور اپنے ذہن وفکر اور قلم کی بہترین صلاحیتوں کوملت کی تعمیر واصلاح کے لے وقف کر دیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں خطابت کے جوہر سے نوازا تھا۔وہ اپنے وقت کے بہت بڑے خطیب تھے۔ان کی یہ صلاحیت بھی ہمیشہ ملت کی تعمیر اور اصلاح کے کام آئی۔

ایک صحافی کسی خاص علم وفن کا ماہر ہو یا نہ ہولیکن یہ حقیقت ہے کہ اسے لکھنے کافن آجاتا ہے۔اس کے لیے کسی موضوع کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے۔وہ کسی موضوع کے بغیر اور کچھ نہ آنے کے باوجود بھی لکھ سکتا ہے۔شورش مرحوم کوصرف لکھنا ہی نہیں آتا تھا' تاریخ،ادب،تنقید،صحافت،سوانح،شعروشاعری وغیرہ میں مطالعہ بھی وسیع تھا اور عملی زندگی کا تجربہ بھی بہت تھا۔وہ سردوگرم چشیدہ تھے۔ان کے لیے لکھنا اور بامعنی لکھنا کوئی مشکل نہ تھا۔تصنیف وتالیف صحافت ہی کی طرح ان کا شوق اور زندگی کا ایک مستقل مشغلہ تھا۔انہوں نے تقریباً دودرجن تصنیفات کا ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا ہے' جو اپنی تعداد ومقدار،موضوعات کے تنوع اور تحریر وانشاء کے خصائص کے لحاظ سے بہت قابل قدر ہے۔

سوانح وشخصیات میں اقبال،ابوالکلام آزاد،ظفرعلی خان،سید عطاء اللہ شاہ بخاری،حسین شہید سہروردی،میاں افتخار الدین اور دیگر شخصیات پر ان کی تصانیف،ادب میں ان کی خودنوشت اور آپ بیتی،قومی تاریخ میں ''آزاد ہندفوج'' کی سرگزشت،تحریکات ملی میں ''تحریک تحفظ ختم نبوت''،فنون میں ''فن خطابت''،''قلمی چہرے''سیروسیاحت میں ''یورپ میں چار ہفتے'' اور ''شب جائے کہ من بودم'' سماجیات میں ''اس بازار میں'' اور شاعری میں ان کے مجموعہ ہائے کلام ادب وشعر کا بیش قیمت سرمایہ ہیں۔جب کوئی مؤرخ اور نقاد قلم اٹھائے گا تو وہ سوانح،سماجیات اور ادب کے اس سرمائے کونظر انداز نہیں کر سکے گا۔

شورش مرحوم کی بے شمار تحریریں ابھی تک ہماری دسترس سے باہر ہیں۔یہ تحریریں روزنامہ ''آزاد''،''زمیندار''،ہفت روزہ ''چٹان'' اور اس کی بندش کے زمانوں میں نکلنے والے ''ستارۂ صبح'' اور دیگر قائم مقام جریدوں میں اور معاصر اخبارات ورسائل میں نظروں سے اوجھل ہیں۔سب سے بڑا ماخذ ہفت روزہ ''چٹان'' ہے۔اگر کوئی صاحب ہمت اس طرف توجہ فرمائیں تو مختلف موضوعات پر ہزاروں صفحات کا ایک عظیم الشان ذخیرہ فراہم ہوسکتا ہے۔جس سے قومی وملی تاریخ وتحریکات میں سماجی،معاشرتی،تہذیبی،تعلیمی مسائل وافکار میں،سوانح وشخصیات،ادب وتنقید اور مختلف علوم وفنون میں متعدد مجموعہ ہائے مضامین مرتب کیے جاسکتے ہیں۔اس کا اندازہ ''ہندوستان میں ابن تیمیہ'' کے مطالعے سے لگایا جاسکتا ہے کہ کیسے کیسے ادبی جواہر پارے اور علمی فکری اور تہذیبی نادر مباحث ''چٹان'' کے صفحوں میں منتشر

اورنظروں سے اوجھل تھے۔اس کی ایک جھلک ''قلمی چہرے''میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔''چہرے'' کے نام سے ایک کتاب ۱۹۶۵ء میں ہمارے دوست انور عارف نے مکتبہ ''ماحول'' کراچی سے شائع کی تھی۔اس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی ترانوے (۹۳) شخصیات کے چہرے تھے۔اب یہ کتاب بیاسی (۸۲) چہروں کے اضافے کے ساتھ ''قلمی چہرے'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔ادب کا یہ نہایت قیمتی سرمایہ ہے'جو''چٹان'' کے اوراق ہی سے فراہم کیا گیا ہے۔کون اندازہ کرسکتا تھا کہ اردو میں تاریخ وفن چہرے نویسی اور خاکہ نگاری کا یہ سب سے بڑا اور نادر الوجود مجموعہ بن جائے گا۔

شورش کاشمیریؒ ایک باریک بین صحافی تھے۔ان کی نگاہ بہت تیز تھی۔کسی شخص کی خوبیاں اور خامیاں ایک نظر میں بھانپ لینے کی ان میں صلاحیت تھی۔وہ کسی شخص سے ایک دوملاقاتوں ہی میں اس کے ذوق ومزاج اورنفسیات سے پوری طرح واقف ہوجاتے تھے۔وہ ان لوگوں میں سے تھے جوحسن کے مطالبے کا جواب دینا جانتے تھے۔یہ حُسن خواہ انسانی چہرے میں ہو یا سنگ تراش کے مجسمے میں،خواہ تاج محل یا شالامار باغ میں ہو۔خواہ یہ حسن علم کا ہو،خواہ فکر میں یا کسی انسانی اور اسلامی سیرت میں ہو'وہ نگاہِ جمال آشنا اور دیدۂ حسن پرست رکھتے تھے۔وہ اس باب میں خویش وبے گانہ کی تفریق کے قائل نہ تھے۔مختلف ومتضاد شخصیات سے ان کی عقیدت اوران کے لیے دل کے احترام کا راز اسی میں تھا۔حسن جہاں اور جس میں انہیں نظر آتا تھا'اس کے اعتراف وتحسین میں ان کے قلم سے کوتاہی نہ ہوتی تھی۔اسی طرح بدصورتی اور قبح خواہ کسی شکل میں ہو'اس کے اظہار اوراس سے نفرت سے وہ اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکتے تھے۔وہ اپنی محبت اورنفرت دونوں کے اظہار میں ایک حدتک انتہا پسند واقع ہوئے تھے۔ان کے احساسات نہایت شدید ہوتے تھے۔

شورش کاشمیری کوزبان پرعبور تھا۔الفاظ کا وافر ذخیرہ ان کے ذہن میں نہ صرف موجود بلکہ مستحضر تھا۔وہ نئے نئے الفاظ کے اختراع وایجاد کی قابلیت رکھتے تھے۔نئی تراکیب کی دریافت ووضع کی صلاحیت ان میں موجود تھی۔ان کی تحریروں میں بہت سے ایسے الفاظ،تراکیب بھی ملتی ہیں'جن کی صحت کے فیصلے میں عام لغات ہماری کوئی مدد نہیں کرتے۔ان کی صحت کا پیمانہ خود شورش کا اختیار ہے۔ان کے قلم میں ایک بانکپن تھا۔وہ پھول بھی برساتا تھا اور بجلیاں بھی گراتا تھا،وہ شگفتہ نگار بھی تھا اور شعلہ بار بھی،اس میں قوت اثر تھا،وہ بے پناہ تھا۔

شورش کاشمیری ایک صاحبِ طرز ادیب اور انشاء پرداز تھے۔وہ ایک بدیہہ گو،قادرالکلام اوراپنے وقت کے عظیم طنز نگار شاعر تھے۔ان کی شاعری میں طنز ہجو کا ردیف معلوم ہوتا ہے۔بعض مقام پر یہ فرق بھی مٹ گیا ہے۔غزل کی شاعری سے ان کا ذوق آشنا نہ تھا لیکن نظم گوئی میں خصوصاً سیاسی شاعری میں ان کا جواب نہ تھا۔وہ ظفرعلی خان کے بعد اس عہد کے سب سے بڑے سیاسی شاعر تھے۔ظفر علی خان نے انہیں اپنی ''رستمی'' کے مقابلے میں ''سہراب'' صفت تسلیم کیا ہے۔چہرہ نویسی کے فن میں شورش کاشمیری سے قبل صرف خواجہ حسن نظامی کا نام لیا جاسکتا ہے۔خاکہ نگاری میں چراغ حسن

حسرت، رئیس احمد جعفری اور دوسرے بہت سے نام آتے ہیں۔ ان میں سے بعض کو نہ صرف سبقت کا مقام حاصل ہے بلکہ وہ خصائص و محاسن میں بھی امتیاز کے مالک ہیں۔ شورش مرحوم کے قلمی چہرے اور خاکے ان میں اپنا خاص امتیاز اور روایت وفن کے ارتقاء میں ایک مقام رکھتے ہیں۔

شورش کاشمیریؒ کو اللہ تعالیٰ نے علم وفضل کے محاسن اور اخلاق وسیرت کی متعدد خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ ایک اعلیٰ درجہ کے صحافی، بلند پایہ سیاسی شاعر، بے مثال خطیب تھے۔

شورش کی خدمات کے مختلف پہلو ہیں۔ (وہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مفکر احرار چودھری افضل حق کی قیادت میں مجلس احرار میں شامل تھے۔) انہوں نے ملک کی آزادی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انکی زندگی کی مہلت کا تیسرا حصہ قید یا نظر بندی کی نذر ہوا۔ انہوں نے حریت طلبی کے عشق میں مصیبتیں اٹھائیں، شدائد برداشت کیے۔ قیام پاکستان کے بعد زبان وقلم کے ذریعے حالات کی اصلاح اور استحکام پاکستان کی جدوجہد میں سرگرم عمل رہے۔ ملک کے تحفظ ودفاع میں اپنے قلم سے تلوار کا کام لیا۔ آزادی فکر ورائے کی جدوجہد میں زندگی بھر مصروف رہے۔ انہوں نے بلند پایہ علمی خدمات انجام دیں اور اپنے پیچھے مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف کا بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ آنحضرت خاتم النبین علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے ناموس کے تحفظ کی جنگ میں شورش کی خدمات' تاریخ تحریک تحفظ ختم نبوت کا اہم اور روشن باب ہے۔ آخرت کی سرخروئی کے لیے ان کی یہی ایک نیکی کافی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور بھی بہت سی نیکیوں کی توفیق ارزانی فرمائی تھی۔

(قلمی چہرے، ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری)

ماہانہ مجلس ذکر واصلاحی بیان
مرکزِ احرار
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
27 اکتوبر 2005ء
بروز جمعرات، بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
فون: 061-4511961
الداعی: سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ (بہاول پور)

وہ عبداللہؒ بھی تھے اور اہل اللہ بھی

یہ الفاظ اس شخصیت کے بارے میں کسی دانشور نے کہے ہیں جن کو دنیا حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔

خان پور شہر سے چھ کلومیٹر کے فاصلے پر ''بستی درخواست'' واقع ہے۔ یہاں میاں محمود الدینؒ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا' نام محمد عبداللہ رکھا گیا جو از روئے حدیث بہترین نام ہے اور اس نام کے اثرات آپ پر تا زندگی نمایاں رہے۔ آپ کے والد گرامی ایک عابد و زاہد شخص اور حضرت اقدس خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری رحمہ اللہ کے خادم خاص تھے۔ حضرت نے بچپن میں اپنے والد گرامی سے بستی درخواست میں قرآن کریم حفظ کیا پھر دین پور میں حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوریؒ کے زیر سرپرستی مدرسہ صدیقیہ راشدیہ میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ بقول مولانا سیف الرحمٰن صاحب (مکہ معظّمہ) حضرتؒ نے کچھ کتابیں قصبہ مہند شریف چنی گوٹھ کے مدرسہ عربیہ ظریفیہ میں بھی پڑھیں تھیں۔ درس نظامی سے فراغت ہوئی تو حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دستار عطا فرماتے ہوئے قرآن وسنت کی تعلیم میں مشغولیت کی ہدایت فرمائی۔

حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ایک مستعد، محنتی اور جفاکش مدرس تھے۔ دورہ تفسیر کا آغاز آپ نے اپنی بستی درخواست سے ہی کر دیا تھا اور تقریباً ستر سال تک آپ یہ فریضہ مختلف اداروں میں ادا کرتے رہے۔ ایک سال آپ نے مظفر گڑھ مدرسہ احیاء العلوم میں پڑھایا۔ ۱۹۷۳ء کے سیلاب کے دوران آپ حیدر آباد تشریف لے گئے۔ سورۃ فاتحہ کی تفسیر قلات، بنگلہ دیش اور مختلف مقامات پر پڑھائی، بنگلہ دیش میں تفسیر فاتحہ کی کلاس میں دو ہزار علماء شریک تھے۔ آپ آغاز میں دورہ تفسیر حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ کے طریق پر پڑھاتے تھے۔ آپ کے خصوصی اور عمومی دروس قرآن و حدیث دوسرے ممالک میں بے شمار جگہ پر ہوئے۔ آپ کے بالواسطہ اور بلاواسطہ تلامذہ اتنی تعداد میں ہیں کہ شمار دشوار ہے۔ تعلیم کے دوران آپ اکثر طلباء کے ساتھ پیدل سفر فرماتے۔ تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ آپ نے نہایت استقامت اور ہمت کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ کئی مرتبہ آپ پر قاتلانہ حملے ہوئے لیکن آپ کے پایۂ استقلال میں لغزش نہیں آئی۔

بندہ کی پہلی ملاقات حضرت رحمۃ اللہ سے ۱۹۶۰ء میں بہاولنگر عیدگاہ کے مدرسہ میں ہوئی۔ والد صاحب رحمہ اللہ کا تعلق حضرت رحمہ اللہ سے بسلسلہ بیعت ۱۹۵۹ء میں ہو چکا تھا۔ سردی کا موسم تھا اور مدرسہ عیدگاہ میں ختم بخاری شریف تھا والد صاحبؒ نے بھائی ذبیح اللہ اور اس ناچیز کو حضرت کے سامنے بٹھا دیا اور دعا کے لیے گزارش کی۔ حضرت نے ڈھیروں

دعاؤں سے نوازا ۔ جب میرا بہاولپور میں ایم ۔بی ۔بی۔ایس میں داخلہ ہوا تو متعدد بار جمعیت طلباء اسلام کے پروگراموں میں حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا۔۱۹۸۰ء میں حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کا وصال ہوا تو اس وقت بندہ بہاولپور میں تعینات ہو چکا تھا۔والد صاحب کی معیت میں خان پور حاضری ہوئی اور بہاولپور میں چند روزہ قیام بسلسلہ علاج گزارش کی جو حضرت نے قبول فرمائی اور اس کے بعد اکثر حضرت کا قیام ہمارے غریب خانے پر ہوتا اور حضرت والد صاحب کے بارے میں فرماتے کہ ان کی وجہ سے آتا ہوں ۔کیونکہ یہ حضرت مفتی کفایت اللہ ؒ (مفتیٔ اعظم ہندوستان) کے شاگرد ہیں ۔اسی وجہ سے ہمیں حضرت کی قربت نصیب ہوئی ۔حضرت درخواستیؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص ملکہ خطابت عطا فرمایا تھا۔آپ لاکھوں کے مجمع پر بھی چھا جانے کی صلاحیت رکھتے تھے ۔ان کا درس قرآن وحدیث مبارکہ کئی کئی گھنٹے جاری رہتا۔اکثر حضرت کا وعظ عشاء کی نماز کے بعد شروع ہوتا اور فجر کی اذان تک جاری رہتا اور حاضرین کے انہماک میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔جب مولانا دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتے تو مجمع میں شاید ہی کوئی شخص ہوتا جس کی آنکھیں پرنم نہ ہوتی ہوں ۔حضرت نے اپنی زندگی میں ہزاروں اجتماعات سے خطاب کیا لیکن کسی جگہ بھی ایسی تقریر نہیں کی جو فرقہ واریت کے زمرے میں آتی ہو۔وہ فرقہ واریت کے سخت خلاف تھے اور اتحاد بین المسلمین کے لئے جدوجہد فرماتے آپ کل پاکستان جمعیت العلمائے اسلام کے تیس سال متفقہ امیر رہے ۔کئی جلسوں میں حضرت کی صرف دعا ہوتی تھی جو کئی گھنٹوں تک محیط ہوتی تھی جب تک آپ کی دعا نہ ہوتو اس وقت تک مجمع میں سے کوئی شخص نہیں ہلتا تھا۔

۱۹۵۴ء کے جلسہ ختم بخاری شریف خیر المدارس ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ نے آپ کا تعارف حافظ الحدیث کے حوالے سے کرایا۔یہ حقیقت ہے کہ حضرت حدیث شریف کے معاملے میں اتھارٹی کی حیثیت رکھتے تھے ۔آپ کی نصائح ہمیشہ سادہ الفاظ میں ہوتی تھیں اکثر بیانات میں فرماتے تھے ذکر اللہ کی طرف توجہ دو، نیک لوگوں کی سنگت اختیار کرو، بروں کی صحبت سے بچو اور اللہ کا خوف دل میں پیدا کرو،شان والے نبی ﷺ کی ذات اقدس پر درود بھیجو اور شان والے نبی ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی سے بچو۔قیامت کے دن شان والے نبی ﷺ کے وسیلے سے ہی شفاعت ہوگی ۔اور پھر جوش میں آکر فرماتے کسی کو قومی اسمبلی کی ممبری پر ناز ہے، کسی کو وزارت اور گورنری پر ناز ہے، کسی کو جاگیر اور محلات پر ناز ہے،علمائے دیوبند اور جمعیت العلمائے اسلام کو اللہ،اس کی کتاب اور حدیث رسول ﷺ پر ناز ہے۔

ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ’دینی اقدار کا مذاق اڑایا جا رہا ہے ،رمضان المبارک کی بے حرمتی ہو رہی ہے، ناچ گانا عام ہے،سینما آباد ہیں،لوگوں کو بے حیا بنایا جا رہا ہے، نبی ﷺ کے یاروں صحابہ کرام ؓ کی توہین ہو رہی ہے لیکن اس کا کوئی نوٹس نہیں لیتا۔اس زندگی سے موت بہتر ہے اس حالت میں جینے کوئی مزہ نہیں۔

اکثر فرماتے : میں سیاسی آدمی نہیں ہوں اور ملک کی انتظامیہ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں مجھے فرنگی کی سیاست نہیں آتی اور قرآن وحدیث کی سیاست کو میں چھوڑ نہیں سکتا۔میری سیاست قرآن وسنت ہے ۔ہمیں ملک کا غدار کہا جا رہا ہے ہم

غدار نہیں ملک کے وفادار ہیں میں تو خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعائیں کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرما اسے ہندوؤں اور سکھوں کے شر سے محفوظ فرما۔ میرے اندر کوئی کمال نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے جو جو ہر قرآن کریم کا سینے میں رکھ دیا ہے میری کوشش ہے یہ جو ہر مرتے دم تک ساتھ رہے اور مرنے کے بعد قبر میں بھی ساتھ رہے۔ میں تمہیں قرآن سناتا رہوں گا، حدیث مصطفیٰ ﷺ سناتا رہوں گا، چاہے تم مجھے گالیاں دو، پتھر مارو۔ میں گالیاں پتھر برداشت کرلوں گا۔ مگر قرآن سنانے اور قرآن وحدیث کی دعوت سے باز نہیں آؤں گا۔ ایک وقت آئے گا کہ باطل ٹکڑے ٹکڑے ہوگا تمام فرنگیوں کے نظام پست ہونگے اللہ تعالیٰ محمدی نظام کو یقیناً بلند کریں گے۔

آپ اکثر اپنے بیان میں فرماتے تھے......

''مزہ تو اللہ کا نام لینے میں ہے سب درد دل سے کہو اللہ......اللہ......اللہ!''

کنز العمال میں روایت ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو سب چیزیں دہشت میں ہوتی ہیں مگر جن وانس دہشت زدہ نہیں ہوتے۔

میرا عقیدہ ہے کہ بادشاہوں کے تاج وتخت ایک طرف اور مدینہ منورہ کے کتوں کے پاؤں کی غبار ایک طرف۔ دینی مدارس محمدی باغ ہیں اور مساجد بہشتی باغ ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ جوان کو آباد کررہے ہیں۔ بدنصیب ہیں وہ جوان کو اجاڑنے یا اجاڑنے کے منصوبے بنارہے ہیں۔ ان باغات کو مٹانے والے مٹ جائیں گے مگر یہ قائم ودائم رہیں گے۔ ان شاء اللہ

درس تفسیر وحدیث میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انہماک دیدنی ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیرت انگیز حوصلہ عطا فرمایا تھا۔ جب آپ بیان فرماتے ایسے لگتا جیسے ایک علم کا دریا موجزن ہے۔ درس کے دوران آپ ادب کا بہت لحاظ کرتے تھے۔ خوشبوں سے معطر صاف لباس تن کر کے درس میں بیٹھتے۔ چار پانچ گھنٹے کے درس میں ایک پہلو پر درس قرآن وحدیث میں مصرف رہتے۔ دوران درس ادھر ادھر دیکھنے سے بھی گریز فرماتے۔ آپ کو بار بار پہلو بدلنے کی عادت نہیں تھی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے **الدین کلہ ادب**...... بے ادب محروم شد از فضل رب

دینی وسیاسی تحریکات

حضرت درخواستیؒ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی قیادت میں چلنے والی تحریکوں میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ نمایاں حصہ لے کر سیاست کی پر خار وادی میں قدم رکھا پھر قیام پاکستان کے بعد کل پاکستان جمعیت العلمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ برصغیر کو فرنگی کے تسلط ولادینیت سے بچانے کے لئے پاک وہند کے علماء کرام نے ایثار وقربانی کا جو اعزاز حاصل کیا کوئی اور طبقہ اس بارے میں برابری کا دعویٰ نہیں کرسکتا اس تسلسل کو باقی رکھنے کے لیے قیام پاکستان کے بعد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ، حضرت

مولانا مفتی محمودؒ اور جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ عوام کی رہبری کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

لوگ کہتے ہیں حضرت بہت سادہ لوح ہیں آپ کو سیاسیت کی اتنی خبر نہیں میرے خیال میں ان کی یہ سوچ صحیح نہیں تھی۔سیاستدان وہ نہیں جو کیچڑ دیکھ کر بارش کی خبر دے۔سیاستدان وہ ہے جو ہوا اور ماحول کو دیکھ کر بارش کی خبر دے۔اہل حق نوائے وقت نہیں بنتے بلکہ وقت ان کی نوا بنتا ہے۔

علمائے حق کی سیاست میں اخلاص اور پیغمبرانہ فراست کا نور ہوتا ہے۔حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ علمائے ربانی کی سیاست فراست سے ہوتی ہے اور وہ اللہ کے نور بصیرت سے دیکھتے ہیں۔انہوں نے اہل زمانہ کی موافقت ومخالفت سے بے نیاز ہو کر حق کا عل بلند کیے رکھا۔ایوب خان کا الیکشن ہو،مشرقی پاکستان کا سانحہ ہو، ذوالفقار علی بھٹو کا دور حکومت ہو ،ضیاء الحق کا مارشل لاء ہو ان سب تحریکات میں علمائے ربانی کی فراست اور بصیرت آپ کو نظر آئے گی۔

ایم آر ڈی کی تشکیل ہوئی آپ اس میں شامل ہونے کے شدید مخالف تھے۔شرکت کا نتیجہ بھی سامنے ہے۔یحیٰ خان دور میں جب ۱۹۷۰ء کے انتخابات ہوئے تو جمعیت العلمائے اسلام نے حضرت درخواستی کی قیادت میں مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کی اکثر نشستوں پر حصہ لیا اور ووٹوں کے تناسب کے اعتبار سے جمعیت علمائے اسلام ملک کی دوسری بڑی پارٹی بن کر ابھری۔مولانا مفتی محمودؒ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ کے منصب پر فائز ہوئے۔بھٹو دور میں جب قومی اتحاد بنا جمعیت اس میں سب سے بڑی پارٹی کی حیثیت سے شامل تھی۔تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں مولانا درخواستیؒ کی خدمات کا ایک طویل باب ہے۔قادیانیت کے خلاف جہاد علمائے حق کا خاص اعزاز رہا ہے۔طالب علمی کے زمانے سے آپ نے قادیانت کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں صف اوّل کے سپاہی کا کردار ادا کیا۔بلوچستان کو قادیانیوں کے چنگل سے نجات دلانے میں حضرت کا بہت بڑا کردار تھا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ کی جماعت نے مجلس عمل کی سب سے بڑی پارٹی کی حیثیت سے آپ کی قیادت میں نمایاں کردار ادا کیا کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے بعض اہم اجلاسوں کی آپ نے صدارت بھی فرمائی آپ سینکڑوں مدارس عربیہ کے سرپرست تھے۔عجز وانکساری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔تواضع ان کی فطرت تھی،اپنی زندگی میں آخر دم تک بے لطف اور سادہ تھے۔

حضرت درخواستیؒ مستجاب الدعوات شخصیت تھے اس سلسلہ میں سینکڑوں واقعات ہیں جن کے لیئے ایک مستقل باب چاہیئے۔آپ طریقت اور سلوک میں مقام رفیع کے مالک تھے۔آپ کا آستانہ معرفت وروحانیت کا ایک ایسا چشمہ تھا کہ ہزاروں تشنہ کام آتے اور سیراب ہو کر جاتے ان کی زندگی اتباع سنت کا ایک زندہ درس تھی۔

۱۹۸۰ء میں حضرت مفتی محمود کا جب انتقال ہوا اس سانحہ نے حضرت کو بہت نڈھال اور غم ناک کر دیا جس نے ان کی صحت پر برا اثر ڈالا آپ گزشتہ پندرہ سال سے ذیابیطس اور دل کے مریض چلے آرہے تھے اور اسی سلسلہ میں حضرت

اکثر ہمارے غریب خانے کو رونق افروز فرماتے اور ان ایام میں ایسے لگتا جیسے بہار آ گئی ہے۔حضرت مفتی صاحبؒ کا وصال اہل حق کے قافلے کے لئے بہت پریشان کن تھا اپنے پرائے دوست نما دشمن حکمرانوں کے ہتھے چڑھ گئے اور اہل حق کے قافلہ کو تقسیم کرا دیا۔ ہزاروں علماء اس گھمبیر اور پریشان کن صورتحال پر روحانی دکھ کے چشم دید گواہ ہیں وہ اس اختلاف کے خاتمہ کے لئے دل و جان سے کوشاں رہے۔ مولانا مفتی محمودؒ جن حالات میں اٹھے تھے نہ ان کا کوئی ثانی تھا نہ ہمسر اور اہل حق کا کڑا امتحان تھا جس میں کچھ لوگ سرخرو ہوئے اور کچھ لوگ حالات کے دھارے میں بہہ گئے اس وقت صرف حضرت درخواستیؒ ایک روحانیت کا ماہتاب باقی تھا جو اپنی شفقت کی ٹھنڈی چاندنی بکھیر رہا تھا اور مفتی محمود کے جنازہ پر ملتان کی فضاؤں میں یہ اعلان کر رہے تھے۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

حضرت درخواستی کو ہمیشہ ایک فکر دامن گیر رہی کہ مسلک اہل حق دیوبند ایک ہو جائیں جس کے لئے انہوں نے کئی دفعہ ہم مسلک علمائے کرام کو مخزن العلوم خان پور میں اکٹھا کیا۔ اس کے بعد ایک اجتماع مرکز علمائے حقہ دار بنی ہاشم ملتان میں بھی منعقد کیا۔

راقم کی آخری ملاقات حضرت کی وفات سے دو ہفتہ قبل جناب عامر ربنواز صاحب کی معیت میں خان پور آپ کے دولت کدہ پر ہوئی عمرہ پر جانے سے پہلے میں نے پروگرام بنایا حضرت کی طبیعت بھی دیکھ لوں اور دعاؤں کے ساتھ اجازت بھی لوں اس وقت حضرتؒ کی طبیعت ہشاش بشاش تھی۔ دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا اور اپنا رومال بندھایا۔ راقم نے ماتھا چوما اور دوسرے دن عمرہ پر والدہ محترمہ کی معیت میں روانگی ہوئی۔

عمرہ کی ادائیگی کر کے مدینہ طیبہ حاضری دینے کے بعد جب واپس مکہ معظمہ پہنچے حرم پاک کے باہر احرام کی حالت میں کھڑے تھے کہ قاری خلیق اللہ صاحب نے حضرت کے وصال کی روح فرسا خبر سنائی حضرت رحمۃ اللہ کے وصال کے دو گھنٹہ بعد ہم نے عمرہ مکمل کر کے حضرت رحمۃ اللہ کے ایصال ثواب کے لئے طواف بیت اللہ شریف شروع کر دیا۔ اگلے دن ہم نے تدفین سے پہلے ایک ایک عمرہ کا ثواب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا۔ آخری دیدار کی حسرت ساری زندگی رہے گی اور انشاء اللہ قیامت میں ملاقات اور رفاقت نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کی دینی تبلیغی مجاہدانہ خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات سے نوازیں ان کی جسمانی روحانی اولاد کو ان کی تعلیمات و معمولات کو زندہ رکھنے اور آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

بہاولپور واپسی پر حضرت رحمہ اللہ کے مرقد پر حاضری ہوئی پھر اسی چٹائی والے کمرے میں تعزیت کے لیے زبان سے نکلا......انا للہ و انا الیہ راجعون

ایک محفل تھی فرشتوں کی جو برخواست ہوئی — تم کیا گئے کہ رونق ہی چلی گئی
زمزموں سے جس کے لذت گیراب تک گوش ہے — کیا وہ آواز اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے
چھپ گیا آفتاب شام ہوئی — اک مسافر کی روح تمام ہوئی

دین کی اشاعت اور تبلیغ کا سلسلہ تا قیامت جاری وساری رہنا ہے۔ اپنے اپنے وقت کے ساتھ ساتھ اکابر آتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور چلے جائیں گے۔ مایوسی وناامیدی گناہ اور غالباً حضرت رحمہ اللہ انہی موقعوں کے لئے فرمایا کرتے تھے......

نا امیدی مباش کہ رندان بادہ نوش
کہ بیک فروش بمنزل گہے رسیدہ ام
ہم روح سفر ہیں ہمیں شکلوں سے مت پہچان
کل کسی اور روپ میں آجائینگے ہم لوگ

آپ کا وصال ۲۸ راگست ۱۹۹۴ء صبح چھ بجے ہوا۔ ۲۹ راگست ۱۹۹۴ء بروز سوموار مخزن العلوم سے جنازہ اٹھایا گیا۔ ایک کہرام بپا ہوگیا پورا مجمع گریاں تھا آٹھ بجے نارمل سکول کے گراؤنڈ میں آپ کے فرزند حضرت مولانا فضل الرحمٰن درخواستی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے بڑے فرزند حضرت مولانا فدا الرحمٰن صاحب درخواستی بھی عمرہ کے لیے سعودی عرب تھے، وہ بھی تدفین کے موقع پر پہنچ گئے۔ حضرت درخواستی رحمہ اللہ کا سفر آخرت خان پور کی تاریخ کا انوکھا اجتماع تھا جو حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بقول ہماری پہچان ہمارے جنازے اور سفر آخرت کرائیں گے۔ جب پورا پاکستان اُمڈ آیا اللہ والوں کا جم غفیر تھا۔ اپنے پرائے سب اشک بار تھے اور **واعتصمو بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقو** کا نقشہ پیش کر رہے تھے۔

حضرت رحمہ اللہ کے وصال کو گیارہ سال ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کی جسمانی وروحانی اولاد کو اپنے اپنے مشن میں لگے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جیسا کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے آٹھوں فرزند اپنی اپنی جگہ پر اپنے والد محترم کے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کے جانشین حضرت مولانا فدا الرحمٰن صاحب درخواستی اپنے والد کے صحیح جانشین و وارث ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا مطیع الرحمٰن صاحب درخواستی، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب درخواستی جن کو حضرت رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں مدرسہ مخزن العلوم عیدگاہ کا مہتمم مقرر کر دیا تھا۔ مولانا جمیل الرحمٰن صاحب حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب حضرت مولانا عطا الرحمٰن صاحب مولانا عبدالرحمٰن صاحب اور حافظ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب اپنے شیخ محترم کے مشن کی تکمیل کے لئے دن رات کوشاں ہیں اور حضرت رحمہ اللہ کے لگائے ہوئے گلشن مدرسہ مخزن العلوم خانپور مدرسہ انوار القرآن کراچی اور ہزاروں مدارس ومساجد کو اللہ تعالیٰ قیامت تک قائم ودائم رکھے۔ آمین

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

ادارہ مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

اخبار الاحرار

اسرائیل کو تسلیم کرنے کی کوششوں کے پس منظر میں قادیانی ہاتھ کارفرما ہے (سالانہ تحفظ ختم نبوت احرار کانفرنس لاہور)

قادیانیوں کا تل ابیب میں قائم مشن امت مسلمہ کے خلاف دہشت گردانہ سرگرمیوں میں مصروف ہے

لاہور (۷ ستمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ آئین میں طے شدہ قادیانیوں کی متفقہ حیثیت کو جان بوجھ کر متنازعہ بنانے کی منظم سازش کی جارہی ہے جس کا حالیہ ثبوت قادیانی رسائل وجرائد کی معطل شدہ اشاعت کا بحال کیا جانا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس متنازعہ قومی اور دینی اخبارات اور جرائد پر بلا جواز پابندیاں لگائی جارہی ہیں۔ وہ مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام سالانہ ''تحفظ ختم نبوت کانفرنس'' سے خطاب کر رہے تھے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے انکشاف کیا کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کی کوششوں کے پس منظر میں قادیانی ہاتھ کارفرما ہے کیونکہ قیام پاکستان سے قبل ہی قادیانیوں کا تل ابیب میں قائم مشن امت مسلمہ کے خلاف دہشت گردانہ سرگرمیوں میں مصروف چلا آرہا ہے اور قادیانی طویل عرصہ سے اپنی ارتدادی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے اسرائیل کے وجود کو منوانے کے لیے مصروف عمل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۴۵ء میں سرظفر اللہ قادیانی نے اسرائیل کے ساتھ جس رابطے کا آغاز کیا تھا، آج موجودہ حکومت میں موجود قادیانی لابی اسرائیل کو تسلیم کر کے اس کی تکمیل کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مصور پاکستان علامہ اقبال نے سچ فرمایا تھا کہ ''قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے'' دیگر مقررین نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان شدید ترین اقتصادی اور سیاسی بحران سے گزر رہا ہے۔ بیرونی قوتیں ملک پر مسلط آمریت کا فائدہ اٹھا کر نہ صرف عوام کو بنیادی حقوق سے محروم کر دینے کی پالیسیوں کی حوصلہ افزائی کر رہی ہیں بلکہ دینی مدارس پر چھاپوں کی آڑ میں آغا خان بورڈ کے ذریعے ہماری نظریاتی اساس پر بھی حملہ زن ہے۔ مقررین نے کہا کہ موجود سیاسی بدامنی اور نظریاتی انتشار کا اہم سبب عوامی اقتدار کی بالادستی کا نہ ہونا ہے۔ جب تک اقتدار فرد واحد کے ہاتھ سے لے کر عوام کو منتقل نہیں کیا جائے گا ملک مسائل کے گرداب کا شکار رہے گا۔ مقررین نے کہا کہ اگر اکابر احرار اور فرزندان اسلام قادیانیت کے استیصال کے لیے قربانی وایثار کی تاریخ رقم نہ کرتے تو آج پاکستان میں دین اور وطن دشمنوں کے خلاف سرگرم مزاحمت پسند قوتوں کا وجود نہ ہوتا۔ مقررین نے کہا کہ مرزا قادیانی استعمار کا ایجنٹ تھا جس نے ہندوستان میں سب سے پہلے جہاد کو حرام قرار دے کر نصرانیوں اور سامراجیوں کے قدم مضبوط کیے تھے۔ آج پھر استعماری قوتیں دنیا بھر میں جاری جہاد کو روکنے کے لیے قادیانی گماشتوں کی سرپرستی کر رہی ہیں جبکہ امریکی ومغربی استعمار مدارس دینیہ کو بے دست وپا کر کے مسلمانوں کے ایمان وعقائد پر کاری ضرب لگانے کی مذموم

کوششوں میں مصروف ہے۔اس پرآشوب اور نازک ترین دور میں پاکستانی قوم متحد ہوکر ہی طاغوت کا راستہ روک سکتی ہے ۔مقررین نے متحدہ اپوزیشن کی ۹ ستمبر کی ہڑتال کو بھرپور طریقے سے کامیاب بنانے کی اپیل کی۔انہوں نے کہا کہ اپوزیشن متحد ہوجائے تو غاصب حکمرانوں کا اقتدار ختم ہوجائے گا۔انہوں نے کہا کہ حکومت کے خلاف تحریک کا ماحول سازگار ہے ۔مگر عوام اس وقت باہر نکلیں گے جب اپوزیشن قیادت سڑکوں پر آئے گی۔کانفرنس سے اے۔آر۔ڈی کے وائس چیئرمین نوابزادہ منصور احمد خان، جمعیت اتحاد علماء کے صدر مولانا عبدالمالک، جماعۃ الدعوۃ کے رہنما امیر حمزہ، جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا سیف الدین سیف، مولانا امجد خان، جمعیت علماء پاکستان کے رہنما انجینئر سلیم اللہ خان، مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری پروفیسر خالد شبیر احمد، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مفتی حمید اللہ جان، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد یوسف احرار ، میاں محمد اویس، ڈاکٹر عمر فاروق اور سید صبیح الحسن ہمدانی نے بھی خطاب کیا، قاری عبدالقیوم اور قاری سید عطاء المنان بخاری نے تلاوت قرآن کریم کی۔جبکہ سید سلمان گیلانی، محمد اکمل شہزاد اور حسان معاویہ نے حمد و نعت پیش کی۔کانفرنس میں اعلان کیا گیا کہ عشرہ ختم نبوت کے اجتماعات ۱۰ ستمبر تک جاری رہیں گے۔

قوم فروعی اختلافات ختم کر کے ختم نبوت کی مضبوط ترین قدرِ مشترک پر اکٹھی ہوکر کفر وارتداد کا مقابلہ کرے

۷ ستمبر اس عہد کی تجدید کا دن ہے کہ ہم اپنے اسلاف کی طرح ناموسِ رسالت ﷺ پر سب کچھ قربان کردیں

یوم تحفظ ختم نبوت کے موقع پر مولانا خواجہ خان محمد اور سید عطاء المہیمن بخاری کے پیغامات

لاہور (۷ ستمبر) کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے ''یوم تحفظ ختم نبوت'' (یوم قرار دادِ اقلیت) کے موقع پر اپنے پیغامات میں کہا ہے کہ اکتیس سال قبل قوم نے طویل جدوجہد کے بعد ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور میں پارلیمنٹ میں یہ کامیابی حاصل کی تھی کہ لاہوری وقادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ہماری منزل ارتداد کی شرعی سزا کا نفاذ ہے۔مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ کے مطابق مولانا خواجہ خان محمد نے اپنے پیغام میں قوم سے اپیل کی ہے کہ وہ تمام فروعی اختلافات ختم کر کے ختم نبوت کی مضبوط ترین قدرِ مشترک پر اکٹھی ہوکر کفر وارتداد کا مقابلہ کرے۔انہوں نے کہا کہ ختم نبوت کا عقیدہ امت کے اتحاد و وحدت کی علامت ہے اور ماضی میں قوم کئی بار اس کا اظہار کر چکی ہے۔سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ انکارِ ختم نبوت پر مبنی فتنوں کا تعاقب خلیفہ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا تھا۔جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے مقدس خون سے منصبِ ختم نبوت کا دفاع کیا تھا۔انہوں نے کہا کہ ہندوستان کی سرزمین پر مرزا قادیانی کا جماعتی سطح پر تعاقب مجلس احرار اسلام نے ۱۹۳۰ء میں کشمیر سے شروع کیا تھا۔اور ۱۹۳۴ء میں قادیان کانفرنس اور شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے قیام سے مزید مضبوط اور منظم کیا اور ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں

پاکستان کی سرزمین پر دس ہزار مجاہدین ختم نبوت نے جامِ شہادت نوش کر کے پاکستان کو قادیانی سٹیٹ بننے سے بچالیا تھا۔انہوں نے کہا کہ ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت ایکٹ کا اجراء صدر ضیاء الحق مرحوم کا کارنامہ تھا لیکن آج پھر ایک عالمی سازش کے تحت قادیانیوں کو دوبارہ کھڑا کیا جا رہا ہے۔ ۷؍ستمبر اس عہد کی تجدید کا دن ہے کہ ہم اپنے اسلاف کی طرح ناموسِ رسالت ﷺ پر سب کچھ قربان کر دیں گے۔

قادیانی فتنہ سر اٹھا رہا ہے‘ جس کے تدارک کے لیے قوم کو جاگنا ہوگا (عبداللطیف خالد چیمہ)

چیچہ وطنی (۷؍ستمبر) تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنما اور مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ یومِ دفاع کے موقع پر جنگی سازوسامان کی نمائش کرنے والے حکمران جہاد کی نفی کر رہے ہیں ۔منکرین جہاد قادیانیوں کو پرموٹ کر رہے ہیں اور اسرائیل سے روابط بڑھا کر امتِ مسلمہ کے عقائد پر وار کر کے قوم کو غیرت وحمیت کے اعتبار سے مفلوج کرنے کے امریکی ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں ۔وہ ’’یوم تحفظ ختم نبوت‘‘ کے سلسلہ میں دارالعلوم ختم نبوت جامع مسجد چیچہ وطنی میں منعقدہ اجتماع سے خطاب کر رہے تھے ۔جامع مسجد احرار چناب نگر میں مولانا محمد مغیرہ، جامع مسجد ختم نبوت دارِ بنی ہاشم ملتان میں سید محمد کفیل بخاری، جامع مسجد مدنی چنیوٹ میں مولانا محمد اصغر عثمانی، جامع مسجد معاویہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں حافظ محمد اسماعیل، مسجد ختم نبوت رحیم یار خان میں حافظ عبدالرحیم نیاز، کراچی میں شفیع الرحمٰن احرار ،مظفر گڑھ میں مولانا عبدالرزاق اور مختلف شہروں میں دیگر مقررین نے خطاب کیا۔خالد چیمہ نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور پاکستان کا عسکری دفاع لازم وملزوم ہیں جبکہ قادیانی ملکی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ بانیٔ پاکستان محمد علی جناح کے فرمودات کے برعکس اصل میں اسرائیل کو تسلیم کرنے کا کام پاکستان کے پہلے قادیانی وزیر خارجہ موسیو ظفر اللہ خاں نے شروع کیا تھا‘ جس کی تکمیل کے لیے موجودہ حکمران بہت بے تاب ہیں۔مولانا محمد مغیرہ نے کہا کہ یہودیوں سے تعلقات قائم کرنے کے خواہش مند یاد رکھیں کہ ظالم اور غاصب کا ساتھ دینے والے بھی اُسی زمرے میں آتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا جبکہ ۱۹۵۳ء میں مسلم لیگی حکمرانوں نے دس ہزار فرزندانِ توحید کے سینے گولیوں سے چھلنی کر دیئے تھے۔سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ شہداء ختم نبوت نے اپنے خون کی قربانی سے ملک کو قادیانی سٹیٹ بننے سے بچالیا۔اب پھر قادیانی فتنہ سر اٹھا رہا ہے‘ جس کے تدارک کے لیے قوم کو جاگنا ہوگا۔علاوہ ازیں سابق صوبائی وزیر رائے علی نواز مرحوم کے فرزند رائے مرتضیٰ اقبال نے ’’یومِ تحفظ ختم نبوت‘‘ کے سلسلے میں دفتر احرار میں تحریک ختم نبوت کے رہنما عبداللطیف خالد چیمہ سے ملاقات کی ۔انہوں نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور قادیانیت کا تعاقب ہمارے ایمان کا حصہ ہے ۔انہوں نے کہا کہ میرے مرحوم والد نے جس طرح تحریک تحفظ ختم نبوت کا ساتھ دیا تھا‘ میں بھی زندگی بھر اُسی راستے پر گامزن رہوں گا۔انہوں نے کہا کہ قادیانی اپنے کفر وارتداد کو اسلام کے نام پر متعارف کرا کر دہشت گردی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔رائے مرتضیٰ اقبال جو آج کل

برطانیہ میں مقیم ہیں نے کہا کہ یورپ وامریکہ میں قادیانی دنیا کو دھوکہ دے کر ارتداد پھیلا رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوان، تعلیم، انٹرنیشنل لابنگ اور میڈیا کے میدان میں دسترس حاصل کر کے دین دشمن لابیوں کا راستہ روکیں۔

قرآن سے محبت اور دین دشمنوں سے نفرت ہمارا مشن ہے: (امیرِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری)

لاہور (۸ر ستمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے کہا ہے کہ قرآن کریم سے محبت اور دین دشمنوں سے نفرت ہمارا مشن ہے۔جامعہ صدیقیہ گلشن راوی میں سالانہ جلسہ تقسیم اسناد اور امیر شریعت سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اور ہمارے تمام اکابر علماء دیوبند نے قرآن وحدیث کی تعلیم کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔انہوں نے کہا کہ یہ انہی اکابر کے خلوص کا نتیجہ اور محنت کا فیض ہے کہ آج لاکھوں مسلمان بچے ہزاروں مدارس میں قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔جلسہ سے سید محمد کفیل بخاری، مولانا قاری عبدالقیوم، مولانا خورشید احمد گنگوہی، مولانا عبدالمالک (شیخ الحدیث منصورہ) نوابزادہ منصور احمد خان اور قاری حبیب الرحمٰن نے بھی خطاب کیا۔مقررین نے کہا کہ ان شاء اللہ مدارسِ دینیہ قائم دائم رہیں گے اور دین کی تعلیم وتبلیغ کا مقدس کام جاری رہے گا۔

بعض مقتدر شخصیات ۱۹۷۴ء کی قراردادِ اقلیت اور اسلامی دفعات کے درپے ہیں: عبداللطیف خالد چیمہ

چیچہ وطنی (۹ر ستمبر) تحریک ختم نبوت کے رہنما اور مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے مسجد فاروق اعظم سکیم نمبر ۳ ساہیوال میں ''تحفظ ختم نبوت'' کے سلسلہ میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ قادیانیوں کی سرگرمیاں آئین سے بغاوت اور ملک سے غداری کے مترادف ہیں۔بعض مقتدر شخصیات ۱۹۷۴ء کی قراردادِ اقلیت اور اسلامی دفعات کے درپے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس چھتے میں ہاتھ نہ ڈالا جائے تو بہتر ہے۔انہوں نے کہا کہ بھٹو مرحوم نے کہا تھا کہ قادیانی چاہتے ہیں کہ پاکستان میں تمام پالیسیاں ان کی مرضی کے مطابق بنائی جائیں جس طرح امریکہ میں یہودیوں کی مرضی سے بنتی ہیں۔

خالد چیمہ نے کہا کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے سب سے پہلے پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان آنجہانی نے کام شروع کیا تھا جو کہ بانیٔ پاکستان کے ایجنڈے کی نفی ہے۔اب موجودہ حکومت اس کے لیے ماحول بنا رہی ہے۔انہوں نے کہا کہ جن طاقتوں نے عراق وافغانستان اور مسلمانوں کے خلاف ظالمانہ اور غاصبانہ طرزِ عمل جاری رکھا ہوا ہے، وہ مکافاتِ عمل کا انتظار کریں۔

قرآن وحدیث پر ایمان رکھنے والے ہی روشن خیال ہیں: سید عطاء المہیمن بخاری

جلال پور پیر والا (۹ر ستمبر) قائدِ احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ روشن خیال وہ ہیں جو

کتاب وسنت کے ابدی حقائق پر ایمان رکھتے ہیں۔ ماضی قریب میں بھی علماء کرام کو دقیانوسی اور قدامت پرست کہا گیا۔ آج بھی کہا جارہا ہے۔ علماء کرام کے مخالفین ہمیشہ اپنے آپ کو روشن خیال کہتے رہے ہیں۔ لیکن ہم نے کل بھی کتاب وسنت کا ساتھ دیا تھا۔ آج بھی دیں گے۔ قائدِ احرار جامعہ موسویہ میں منعقدہ سالانہ روحانی، نقشبندی اجتماع سے خطاب کررہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ تاریخ نے ثابت کردیا ہے کہ قرآن وحدیث کے حقائق پر ایمان رکھنے والے ہی روشن خیال ہیں جبکہ یورپ کی غلامی اختیار کرنے والے تاریک خیال ہیں۔

اسلام سلامتی، محبت اور امن کا دین ہے: قاری ظہور رحیم عثمانی

لیاقت پور (۹ رستمبر) یہ فتنوں کا دور ہے اس دور میں مسلمانوں کا تعلق جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا اتنی زیادہ اللہ کی مدد اور نصرت آئے گی۔ مسلمان امن پسند اور اسلام سلامتی اور محبت کا دین ہے، سیدنا فاروق اعظم کو ابولولو فیروز مجوسی نے جب شہید کیا تو اصحاب رسول نے کہا کہ مدینہ منورہ میں موجود سارے کافروں کو قتل کردیا جائے۔ تو سیدنا فاروق اعظم نے کہا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جرم ابولولو کا ہو اور مارے جائیں سارے کافر۔

ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام تحصیل لیاقت پور کے امیر قاری ظہور رحیم عثمانی نے کیا۔ انہوں نے کہا آج حملے برطانیہ میں ہوتے ہیں تو گرفتاریاں پاکستان میں شروع ہوجاتی ہیں اور وہ بھی بچیوں کے مدرسے میں۔ کفر، یہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی امن پسند اور مہذب اور مظلوم مسلمان دہشت گرد اور بنیاد پرست؟ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف زہر اگلنے والے، ان پر ظلم ڈھانے والے رات کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں انہوں نے کہا دینی مدارس محبّ وطن تیار کررہے ہیں جو قوم کی دینی تربیت اور راہنمائی کرتے ہیں۔ ان اداروں کا کسی قسم کی دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے انہوں نے طلباء کرام سے اپیل کی کہ وہ کفر کی یلغار میں اللہ رب العزت کے سامنے دست دعا دراز کریں۔ ان شاء اللہ تاریکی کے دن تھوڑے ہیں، اسلام اپنی حقانیت کی بنا پر غالب رہے گا۔

مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کا تعزیتی اجلاس

اوکاڑہ (۲۹ رجولائی ۲۰۰۵ء) مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کا تعزیتی اجلاس زیر صدارت جناب خالد محمود صاحب نائب صدر مجلس احرار اسلام اوکاڑہ منعقدہ ہوا۔ جس میں چودھری ثناء اللہ بھٹہ نائب امیر مجلس احرار اسلام پاکستان کے انتقال پر گہرے غم کا اظہار کیا گیا، مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے صدر شیخ نسیم الصباح نے کہا کہ چودھری ثناء اللہ صاحب نے ساری عمر مسئلہ ختم نبوت کی حفاظت کے لیے جدوجہد میں گزاری۔ قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

آخر میں دعا مغفرت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ چودھری ثناء اللہ بھٹہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کا باغ بنادے۔ شرکاء اجلاس نے بھٹہ صاحب کے تمام پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کیا ہے۔

آٹھ روزہ ختم نبوت تربیتی کورس، چیچہ وطنی

رپورٹ: عبداللطیف خالد چیمہ (سیکرٹری نشر و اشاعت مجلس احرار اسلام پاکستان)

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایک دیرینہ خواہش اور خواب کی تعبیر امسال ''ختم نبوت تربیتی کورس'' کے انعقاد کی شکل میں سامنے آئی۔ مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام دارالعلوم ختم نبوت جامع مسجد چیچہ وطنی میں ۱۰ تا ۱۷ شعبان ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۵ تا ۲۲ ستمبر ۲۰۰۵ء (جمعرات تا جمعرات آٹھ دن) منعقد ہوا۔ جس میں جامعہ عربیہ چنیوٹ کے استاد اور مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمتہ اللہ علیہ کے علمی و تحقیقی اور کتابی کام کے معتمد مولانا مشتاق احمد، جامع مسجد احرار چناب نگر کے خطیب مولانا محمد مغیرہ، ممتاز سکالر پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی (ملتان)، مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم اعلیٰ پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد اشرف (لاہور) اور حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر نے طلباء اور شرکاء کورس کو اپنے اپنے موضوعات کے حوالے سے کلاس روم کی طرز پر پڑھایا۔ ہمارے رفیق فکر محترم مولانا محمد مغیرہ آغاز سے آخر تک چیچہ وطنی قیام پذیر رہے اور اسباق پڑھاتے رہے۔ مدارس دینیہ کے طلباء کرام اور عقیدہ ختم نبوت اور ردّ قادیانیت کو سبقاً پڑھنے کا ذوق رکھنے والوں کے لیے باضابطہ اور منظم طور پر ہمارا یہ پہلا تجربہ تھا جو بحمد اللہ تعالیٰ بہت ہی کامیاب رہا۔ آٹھ دن صبح تقریباً ساڑھے آٹھ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک، بعد از ظہر تا عصر اور بعد از مغرب تا عشاء کلاسیں ہوئیں اور خوشی کی بات یہ ہے کہ شرکاء نے پوری دلچسپی اور دلجمعی کے ساتھ اسباق پڑھے اور نوٹس لیے جبکہ کورس کے اختتام پر تمام شرکاء نے انتہائی بے تکلفی اور کھلے ماحول میں آئندہ سال کے کورس کے لیے اپنی بہترین تجاویز سے نوازا اور تحفظ ختم نبوت کے کام کو دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور قادیانیوں کی ملکی و بین الاقوامی سرگرمیوں کے تناظر میں منظم کرنے کا اظہار فرمایا۔

راقم نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان سے درخواست کی کہ وہ تعلیم سے فراغت کے بعد جہاں اور جس شعبے میں بھی ہوں۔ عقیدۂ ختم نبوت کے کام کو ہمیشہ ساتھ رکھیں اور جس ادارے اور جماعت میں چاہیں رہیں لیکن ردّ قادیانیت کو زندگی کا حصہ بنائیں۔ دارالعلوم ختم نبوت کے صدر مدرس قاری محمد قاسم، مولانا منظور احمد، حافظ حبیب اللہ رشیدی، بھائی محمد رمضان، حکیم محمد قاسم، قاری ضیاء الرحمٰن سمیت تمام ساتھیوں اور احرار کارکنوں نے شرکاء کورس کی میزبانی کی اور ہر ممکن طریقہ سے ان کی سہولت کا خیال رکھا۔ کورس کے آخری روز مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی میں ایک تقریب میں شرکاء کورس کو عقیدۂ ختم نبوت اور ردّ قادیانیت پر مبنی کتابوں کے سیٹ مرکز کی طرف سے پیش کیے گئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ کام کی توفیق سے نوازیں۔ (آمین)

شرکاء ختم نبوت کورس

رول نمبر	اسماءگرامی	علاقہ جات	رول نمبر	اسمائے گرامی	علاقہ جات
۱	محمد وقاص سعید صاحب	ضلع ساہیوال	۱۴	محمد اعجاز صاحب	ضلع خانیوال
۲	محمد طارق رضوان صاحب	ضلع ساہیوال	۱۵	ابوبکر صدیق صاحب	ضلع خانیوال
۳	مولوی محمود الحسن صاحب	ضلع ساہیوال	۱۶	محمد جمشید صاحب	ضلع ساہیوال
۴	قاری مسعود الحسن صاحب	ضلع ساہیوال	۱۷	حافظ فیصل عمران صاحب	ضلع ساہیوال
۵	محمد قسیم فردوسی صاحب	بلوچستان	۱۸	شاہد عمران صاحب	ضلع اوکاڑہ
۶	محمد معاویہ صاحب	ضلع ساہیوال	۱۹	محمد کفایت اللہ صاحب	ضلع ساہیوال
۷	محمد آصف صاحب	ضلع پاکپتن	۲۰	حافظ محمد شہزاد صاحب	ضلع اوکاڑہ
۸	قاری محمد انور صاحب	ضلع پاکپتن	۲۱	شفیع اللہ صاحب	ضلع ساہیوال
۹	مولوی محمد آصف سلیم صاحب	ضلع ساہیوال	۲۲	ظفر اقبال صاحب	ضلع ساہیوال
۱۰	مولوی محمد اعظم صاحب	ضلع ساہیوال	۲۳	محمد مدثر صاحب	ضلع ساہیوال
۱۱	مولوی ذیشان اسلم صاحب	کراچی	۲۴	محمد احمد شہباز صاحب	ضلع اوکاڑہ
۱۲	قاری عبدالحکیم صاحب	ضلع ساہیوال	۲۵	غلام قادر حیدری صاحب	ضلع اوکاڑہ
۱۳	مولوی محمد صاحب	ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ	۲۶	محمد حسان معاویہ صاحب	ملتان

چیچہ وطنی (۲۲رستمبر) دارالعلوم ختم نبوت کا سالانہ اجتماع اور ختم نبوت تربیتی کورس کی اختتامی تقریب مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی میں منعقد ہوئی۔جس سے خطاب کرتے ہوئے مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا محمد مغیرہ، مولانا محمد اصغر عثمانی، حکیم محمد قاسم اور دیگر مقررین نے کہا ہے کہ امریکہ اور مغربی ممالک کی طرف سے دینی مدارس کی مخالفت کے باوجود مدارس و مساجد اور دینی مراکز کی تعداد میں ریکارڈ اضافہ ہوا ہے اور تسلسل کے ساتھ نئے دینی ادارے آگے بڑھ رہے ہیں۔آسمانی و قرآنی تعلیمات میں ہی انسانیت کی فلاح مضمر ہے اور امن کی ضمانت بھی صرف اللہ تعالیٰ کا نظام ہی دیتا ہے۔مقررین نے کہا کہ بعض مقتدر شخصیات آئین کی اسلامی دفعات کو غیر موثر کرنے کے لیے سازشیں کر رہی ہیں اور قادیانیوں کے بارے میں پارلیمنٹ کے فیصلے کو ختم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔پورے ملک میں قادیانی سازشیں اور ان کی اسلام دشمن کارروائیاں جاری ہیں جبکہ قانون نافذ کرنے والے ادارے قادیانیوں کو پرموٹ کر رہے ہیں۔مقررین نے کہا کہ اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے اور اس کو دہشت گردی سے منسلک کرنے والی قوتیں خود دہشت گردی کا موجب ہیں اور دنیا میں اپنا تسلط چاہتی ہیں۔انہوں نے کہا کہ مظلوم اقوام پر ظلم کرنے والی والی قوتیں مکافات عمل کا انتظار کریں۔

جامع مسجد احرار چناب نگر میں سالانہ مجلس قرأت:

چناب نگر (۱۹ ستمبر) مجلس احرار اسلام چناب نگر کے زیر اہتمام مدرسہ ختم نبوت چناب نگر میں امیر احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی صدارت میں ۱۴ شعبان ۱۴۲۶ھ کو سالانہ مجلس قرأت منعقد ہوئی۔ شیخ القراء حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب (فیصل آباد) کی سرپرستی میں بعد نمازِ عشاء مجلس قرأت شروع ہوئی۔ سید محمد کفیل بخاری نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کے طلباء قاری محمد عمر حیات اور قاری عبدالرشید کی تلاوت سے مجلس کا آغاز ہوا۔ حافظ محمد اکرم احرار نے شانِ قرآن کریم کے موضوع پر نظم سنائی۔ ممتاز نعت خوان سید عزیز الرحمٰن شاہ (جہانیاں) نے نعت رسول ﷺ سنائی۔ قاری بلال احمد تبسم (جہانیاں) نے تلاوتِ قرآن کریم اور حمد باری تعالیٰ سے سامعین کے دلوں کو گرمایا۔ جہانیاں سے قاری محمد سالک صاحب شریک ہوئے۔ فیصل آباد سے آئے ہوئے قرأمیں قاری عبدالرحمٰن مکی، قاری محمود صدیق، قاری حامد صدیق، قاری عبدالعزیز معاویہ، قاری محمد طیب، قاری سید محمد طلحہ بخاری، قاری احمد صدیق، قاری طلحہ محمود ہمدانی، قاری محمد بن قاری محمد صدیق صاحب، سرگودھا سے قاری محمد عارف حقانی، لاہور سے قاری عطاء الرحمٰن، قاری محمد قاسم اور قاری عبدالرؤف نے تلاوتِ قرآن سے سامعین کو محظوظ کیا۔ مجلس قرأت اڑھائی بجے شب تک جاری رہی اور آخر میں حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کے خطاب اور دعاء کے ساتھ یہ مبارک مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ مجلس احرار اسلام چناب نگر کے کارکنوں اور مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار کے اساتذہ وطلباء نے مجلس کے انتظامات بہترین طریقے سے انجام دیئے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عجمی شرپسندوں سے ملت اسلامیہ کو نجات دلائی: (عبدالرحمٰن جامی نقشبندی)

جلال پور پیروالہ (۱۰ ستمبر) سیدنا معاویہ بن ابی سفیان سلام اللہ علیہما نے اپنے دور حکومت میں سب سے بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ ملت اسلامیہ کو دوست نما دشمنوں سے نجات دلائی۔ وہ منافقین ہی تھے، جن کی سازشوں سے دامن ملت لہو سے رنگین اور خانہ جنگیوں نے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو بے حد متاثر کر دیا تھا۔ ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام تحصیل جلال پور پیروالہ کے ناظم محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی نے ماہانہ اجلاس میں احرار کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بڑے فرزند سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو پوری اسلامی سلطنت کی حکومت سونپ کر تاریخی فیصلہ کیا۔ اور رحمت دو عالم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق امت میں صلح وآشتی کا نشان بن گئے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسن انتظام، سیاسی تدبر، انتظامی صلاحیت، اور مجاہدانہ جلالت کے پیش نظر ابن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کر کے عجمی منافقین کی امیدیں خاک میں ملا دیں۔ مجلس احرار اسلام جلال پور پیروالا کے امیر قاری عبدالرحیم فاروقی نے کہا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بادشاہت نہیں بلکہ خلافت قائم تھی۔ نبی کریم ﷺ کا ہر صحابی قابل احترام ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سیرت نبوی کی معرفت حاصل کرنے کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو ہی مثال قرار دیا ہے وہ سب کے سب معیار حق ہیں۔

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

تبصرہ: ابوالادیب (ملتان)

☆مجلّہ: معارفِ اسلامیہ ۲۰۰۴ء (سیرت نمبر) مدیرِ اعلیٰ: پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید

ملنے کا پتا: فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز یونیورسٹی آف کراچی

جریدہ ''معارفِ اسلامیہ'' جامعہ کراچی کا میگزین ہے' جو سال میں دو دفعہ (گرما اور سرما) اور تین زبانوں (اردو ،عربی، انگریزی) میں شائع کیا جاتا ہے۔ پرچہ زیرِ نظر کا اردو حصہ ۲۳۸ صفحات پر مشتمل ہے' جس میں سیرت رسول ﷺ کے موضوع پر نو اہم تحقیقی مقالات شامل ہیں۔ جو ملک کے نام ور سیرت نگاروں علی محسن صدیقی ،ڈاکٹر نثار احمد، ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی ، پروفیسر ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری ،حافظ سید فضل الرحمٰن ،سید عزیز الرحمٰن ،ڈاکٹر زینت رسول، ڈاکٹر شہناز غازی اور ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کے تحریر کردہ ہیں۔ عربی حصہ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے' جس میں سمیعہ بنت اللہ دتہ اور ڈاکٹر نصیر احمد اختر کے مقالات شامل ہیں۔ انگریزی حصہ کے ۲۲ صفحات ہیں' جس میں سید منیر واسطی اور عبدالرشید کے مقالات شامل کیے گئے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی کی سرپرستی اور پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید کی ادارت میں شائع ہونے والا یہ شمارہ سیرت رسول ﷺ کے حوالے سے بلاشبہ ایک قابلِ داد کاوش ہے۔ سفید کاغذ پر خوبصورت گرد پوش کے ساتھ چھپنے والے اس جریدہ کو سیرت رسول ﷺ کے خوبصورت پھولوں پر گندھے ہوئے ایک گلدستے سے تشبیہ دی جاسکتی ہے' جس سے امن، رواداری، محبت، اخوت اور تحمل و بردباری کے رنگوں کے ساتھ ساتھ غیرت وحمیت' شرافت وعدالت، اخلاقِ حسنہ اور شجاعت و بہادری کی خوشبو آتی ہے۔

☆کتاب: تعلیماتِ نبوی اور آج کے زندہ مسائل مؤلف: سید عزیز الرحمٰن

قیمت: ۲۴۰ روپے ضخامت: ۴۱۶ صفحات ناشر: القلم۔ فرحان ٹیرس ناظم آباد نمبر ۲' کراچی

تحریک پاکستان کا جذبۂ محرکہ خالصتاً دینی اور مذہبی تھا۔ ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کے پاکستان آنے کا مقصد محض یہ تھا کہ پاکستان میں اسلامی قوانین اور اسلامی اقدار کی پاسداری کی جائے گی۔ انہیں اس وقت کے اکابر نے یہی عندیہ دیا تھا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں' ان کے رسم ورواج، تہذیب وتمدن، رہن سہن الگ الگ ہیں' اسے دو قومی نظریئے کا نام دیا گیا۔ تشکیل پاکستان کے بعد اگرچہ ہماری قومی کارکردگی اتنی حوصلہ افزاء نہیں رہی۔ پھر بھی برصغیر پاک وہند میں ایک وسیع علمی اور تصنیفی سرگرمیاں جاری رہیں۔ بیسویں صدی کے مسلم مفکرین نے اسلامی علوم وفنون

کی تشریح کا ایک نیا انداز اپنایا۔ چنانچہ تفسیر وحدیث اور فقہ اسلامی پر ہزاروں کتابیں تحریر کی گئیں۔ سیرت کے موضوع پر ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ وزارت مذہبی امور پاکستان نے ہر سال سیرت کانفرنس کے انعقاد کی ابتدا کی۔ زیر تبصرہ کتاب میں شامل جناب سید عزیز الرحمٰن کے سات مقالات اس سیرت کانفرنس کا حاصل ہیں۔ یہ مقالات قومی سطح پر انعامات کے مستحق بھی قرار دیئے گئے۔

تعمیر شخصیت ،فلاح انسانیت ،اخلاق ،عدل ومساوات ،عورتوں کے حقوق،والدین کے حقوق،انسانی معاشرے کے مختلف شعبوں کے حقوق وفرائض،استحکام پاکستان،تعلیم وتربیت،عدم برداشت کا قومی وبین الاقوامی رجحان، انتہاپسندی اور نئے عالمی نظام میں امت کی تشکیل جیسے زندہ مسائل پر مضبوط مواد اس کتاب میں موجود ہے۔

☆ مقامِ محمد ﷺ　　مصنف: ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی　　ترتیب: سید عزیز الرحمٰن

ضخامت: ۲۳۸ صفحات　قیمت: درج نہیں　　ناشر: دارالاشاعت' اردو بازار ایم اے جناح روڈ لاہور

رسولِ پاک ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر مختلف زبانوں میں اب تک ہزاروں کتب ورسائل شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کی کتاب ''مقامِ محمد ﷺ'' سیرت نگاری کے شعبہ میں' اردو ادب کے حوالے سے ایک خوبصورت اضافہ ہے' جس میں قرآن حکیم کے آئینے میں رسولِ پاک ﷺ کی سیرت کو مختلف عنوانات کے تحت اجاگر کیا گیا ہے۔ کتاب کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ مصنف نے کمال تحقیق اور عرق ریزی سے آپ ﷺ کی سیرت کے بارے میں ہر موضوع کی قرآنی آیات یکجا کر کے باب بندی کی ہے اور پھر ہر باب میں' تفاسیر، احادیث اور سیرت کی دوسری کتابوں سے مفید باتیں اکٹھی کر دی ہیں۔

قبل ازیں اس عنوان پر مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اور دیگر نامور اہل قلم کی کاوشیں موجود ہیں مگر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب کی تحقیق نے اسے مزید چار چاند لگا دیئے ہیں۔

کتاب خوبصورت رنگین ٹائٹل میں سفید کاغذ پر شائع کی گئی ہے۔ پرنٹنگ اور جلد بندی واقعی معیاری ہے۔

☆ ماہنامہ ''حق نوائے احتشام'' (خصوصی شمارہ)　　نگران: مولانا تنویر الحق تھانوی

ضخامت: ۶۸۰ صفحات　　قیمت: درج نہیں　　ناشر: مکتبہ احتشامیہ جیکب لائن کراچی

جیسا کہ ظاہر ہے کہ اس رسالے کا نام ہی ''حق نوائے احتشام'' رکھا گیا ہے یعنی احتشام کی آواز حق ہے۔ یہ خصوصی شمارہ حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی یاد میں شائع کیا گیا ہے۔ جس میں اُن کی حیات وخدمات کے بارے میں مضامین' اُن کی وفات پر لکھی گئی نظمیں، مشاہیر کی طرف سے اُن کے نام تحریر کیے گئے خطوط اور اُن کی طرف سے مشاہیر کے نام لکھے گئے خطوط، بیانات، پریس کانفرنسوں کی عبارات ایک جگہ جمع کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت مولانا احتشام الحق

تھانوی رحمتہ اللہ علیہ ایک خوش الحان قاری، کامیاب واعظ وخطیب، عالم باعمل اور بیدار سیاست دان تھے۔ زندگی کے تمام معاملات میں نہایت اعلیٰ ذوق کے مالک تھے۔ خطابت میں وہ اپنا منفرد انداز رکھتے تھے۔ شعر گوئی، شعر فہمی، برجستگی، حاضر جوابی اور شگفتگی میں اپنی مثال آپ تھے۔ زیر تبصرہ شمارہ سولہ ابواب پر مشتمل ہے۔ جن میں حضرت ممدوح کے بارے میں چھوٹی سے چھوٹی تحریری جزئیات کو بھی اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ کی شخصیت، کردار اور خدمات کے حوالے سے ایک خوبصورت تحفہ ہے۔ اللہ بھلا کرے مولانا تنویر الحق تھانوی اور اُن کے رفیق مولانا محمد صدیق ارکان کا جنھوں نے یہ گلدستہ ترتیب دیا ہے۔ رسالے کے آخر میں مرحوم کی رہائش، استعمال میں رہنے والی اشیاء، مدارس، لائبریری، مختلف عمارات کی تصاویر کا اضافہ بھی خوبصورت ہے۔

☆ ماہنامہ ''معراجِ انسانیت'' لاہور۔ مئی، جون ۲۰۰۵ء (''ختم نبوت نمبر'') چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر آر اے امتیاز

ضخامت: ۲۲۴ صفحات قیمت: ۱۰۰ روپے ملنے کا پتا: ۶۱۱' نظام بلاک' علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

اسی مادی والحادی دور میں جبکہ اپنوں میں دین کا شعور نہیں ہے اور غیر اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہماری نوجوان نسل کے ذہنوں میں نقب لگا رہے ہیں۔ خاص طور پر قادیانی' یہود و ہنود اور نصاریٰ کے ساتھ مل کر وطن عزیز میں جو کھیل کھیل رہے ہیں، مغربی ذہن رکھنے والے افراد کے گھروں میں اپنا لٹریچر پہنچا رہے ہیں۔ ملک کے کلیدی عہدوں پر براجمان ہیں اور لادین قوتیں ان کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔ ایسے میں ضرورت ہے کہ زبان وقلم سے ہر اس فتنے کی بیخ کنی کی جائے جو اسلام کے درپے ہے۔ ماہنامہ ''معراجِ انسانیت'' نے مسلم اُمہ کو قادیانیوں کے بھیانک عزائم سے آگاہی کے لیے ''ختم نبوت نمبر'' شائع کیا ہے۔ یہ خصوصی شمارہ ردّ قادیانیت کے لٹریچر میں گراں قدر اضافہ ہے' جس میں مرزا قادیانی اور اس کی جماعت مزائیہ کے ردّ میں مختلف اہل قلم کی نگارشات شامل ہیں۔

☆ کتاب: مقامِ رسول ﷺ مؤلف: محمد اکرم کمبوہ

ضخامت: ۲۴۰ صفحات قیمت: ۱۲۰ صفحات ناشر: دارالکتاب۔ کتاب مارکیٹ' غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

کتاب زیر نظر میں مولف نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ مشاہیرِ اسلام اور مستشرقین کی تحریروں کے وہ اقتباسات یکجا کر دیئے ہیں' جنھوں نے کسی بھی رنگ میں رسولِ پاک ﷺ کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے اُن کی تعریف کی ہے' ان میں مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ابوالکلام آزاد، چودھری افضل حق، شورش کاشمیری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، فانی بدایونی، نسیم حجازی، سید مناظر احسن گیلانی، شبلی نعمانی، پروفیسر حمید احمد خان کے ساتھ ساتھ سر ولیم مور، جارج برنارڈ شا، نپولین بونا پاٹ، ٹالسٹائی، ڈاکٹر کلارک، ڈاکٹر آرنلڈ وزرتشت جیسی شخصیتوں کے نام قابل ذکر ہیں۔ کتاب خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ شائع کی گئی ہے' پرنٹنگ معیاری ہے۔

مکرمی ومحترمی جناب مولانا سید محمد کفیل بخاری دامت برکاتہم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ اگست کے شمارہ میں دل کی دردانگیز بات پڑھی، آپ سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ آج کل اس طرح کے تجزیئے بہت آرہے ہیں۔ اس جذباتی فضا میں ایسے تجزیوں سے اختلاف کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا' تاکہ دل آزاری نہ ہو۔ لیکن آپ کے خاندان عالیہ سے عقیدت مندی کا تعلق رہا ہے اس لیے چند سطور مؤدبانہ عرض ہیں، امید ہے کہ غور فرمائیں گے۔

مخالفین اسلام نے کیا کچھ نہیں کیا اور معلوم نہیں مستقبل کیا کچھ کرنے والے ہیں۔ یہ ایک المناک داستان ہے۔ اس کے اثرات مسلم اُمّہ پر کیا ہوں گے۔ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اس سے اب صرف اللہ تعالیٰ ہی بچا سکتا ہے اس سلسلہ میں آپ سے اتنا عرض کرنا ضروری جانتا ہوں کہ

(۱) ہم نے اپنے ذاتی اور قومی کردار کے ذریعے' اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کون سا رویہ روا رکھا؟

(۲) افغانستان میں روس کے نکل جانے کے بعد کون سی ایسی حماقتیں تھیں' جو ہم نے نہیں کیں؟

(۳) طالبان حکومت کے قیام کے پس منظر میں کون تھا اور انہوں نے ہم سے وہاں کیا کچھ نہیں کروایا؟

(۴) سقوط بغداد کے پیچھے صدام کی منافقت کا جو کردار ہے اس پر نظر کیوں نہیں ڈالی جاتی ؟

(۵) امت مرحومہ کی مجموعی بے عملی اور بدعملی پر کیوں نہیں لکھا جاتا اور اسلام سے سادہ سا تعلق کتنے فیصد رہ گیا ہے؟

(۶) پاکستان میں دینی جماعتوں (مسلکوں) کے حاملین کا کون سا رویہ ایسا تھا جس کے نتیجہ میں ہم پر عذاب نہ آئے؟ ہم نے ایک دوسرے کے خلاف کیا کچھ نہیں کیا؟

(۷) ہم جمہوریت کے نام پر ''نظام باطل'' کا حصہ بن چکے ہیں۔ شرعی قوانین کی منظوری لینے کے اصول کو مانتے ہیں ؟ کیا شرعی قوانین، شرعاً کسی انسانی ادارے سے جو فُسّاق وفجّار پر مشتمل ہو' منظور کروانا شریعت بل، حسبہ بل پیش کرنا' اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل ہے؟ کیا یہ شرک فی الحاکمیہ نہیں ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین' مخلوق سے منظور کروائے جائیں۔

ان امور کی طرف توجہ دلانے کا مقصد کوئی مباحثہ کرنا نہیں ہے بلکہ صرف دل کی بات آپ تک پہنچانا مقصود ہے اللہ کرے آپ خیریت وعافیت سے ہوں۔ حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی خدمتِ اقدس میں سلام مسنون، خصوصی دعا کی درخواست ہے۔ آج کل ہم قبائلی تنازعات کا (جس میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے) شکار ہیں اور عرصہ ٦ ماہ سے گھر کے اندر محصور ہوکر رہ گئے ہیں۔ اس مصیبت سے خلاصی کے لیے دعاؤں کا طلبگار ہوں۔

(پروفیسر عبدالخالق سُہریانی بلوچ)

کندھ کوٹ، سندھ

ادارہ

مسافرانِ آخرت

- ☆ والدہ مرحومہ مولانا اللہ وسایا صاحب (مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)
- ☆ والدہ مرحومہ مولانا مشتاق احمد صاحب (مدرس جامعہ عربیہ چنیوٹ)
- ☆ مولانا محمد مغیرہ (خطیب مسجد احرار چناب نگر) کے سالے حافظ غلام رسول صاحب کی اہلیہ مرحومہ
- ☆ مجلس احرار اسلام چناب نگر کے معاون جناب محمد جعفر نیکو کارہ کے والد مرحوم
- ☆ مجلس احرار اسلام چناب نگر کے معاون محمد اسلم مَنہ کے دادا مرحوم
- ☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے رہنما شیخ حسین اختر لدھیانوی کے ماموں حکیم شیخ جاوید اکبر لدھیانوی مرحوم (اوکاڑہ)
- ☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے سفیر ابو معاویہ محمد بشیر چغتائی کے بہنوئی ساجد محمود بٹ مرحوم (رحیم یار خان، ۲۱ ستمبر ۲۰۰۵ء)
- ☆ ہمارے کرم فرما محمد یٰسین شاد (ملتان) کے چچا زاد مولانا محمد فاروق شاکر مرحوم (خانیوال)

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

☆......☆......☆

دعائے صحت

- ☆ محترم قاری ظہور رحیم عثمانی صاحب (لیاقت پور)
- ☆ محترم پروفیسر محمود الحسن قریشی صاحب (ملتان)

قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

جنت میں گھر بنائیے!

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام
چیچہ وطنی کے زیر انتظام

مرکزی مسجد عثمانیہ

ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی کی تعمیر مسلسل جاری ہے۔ تقریباً دو کنال رقبے پر مشتمل مسجد اور ملحقات کا فرش اور چھتیں مکمل ہو چکی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ دنوں میں ایلومینیم کے دروازوں کا کام شروع ہونا ہے جس کا تخمینہ تقریباً پانچ لاکھ روپے سے زائد ہے۔ اب تک پچاس لاکھ سے زائد خرچ ہو چکا ہے جبکہ تکمیل تک تقریباً پندرہ لاکھ روپے مزید درکار ہیں۔ تعمیر کا کام جاری رکھنے اور خصوصاً دروازوں کے لیے فوری توجہ اور تعاون کی ضرورت ہے۔

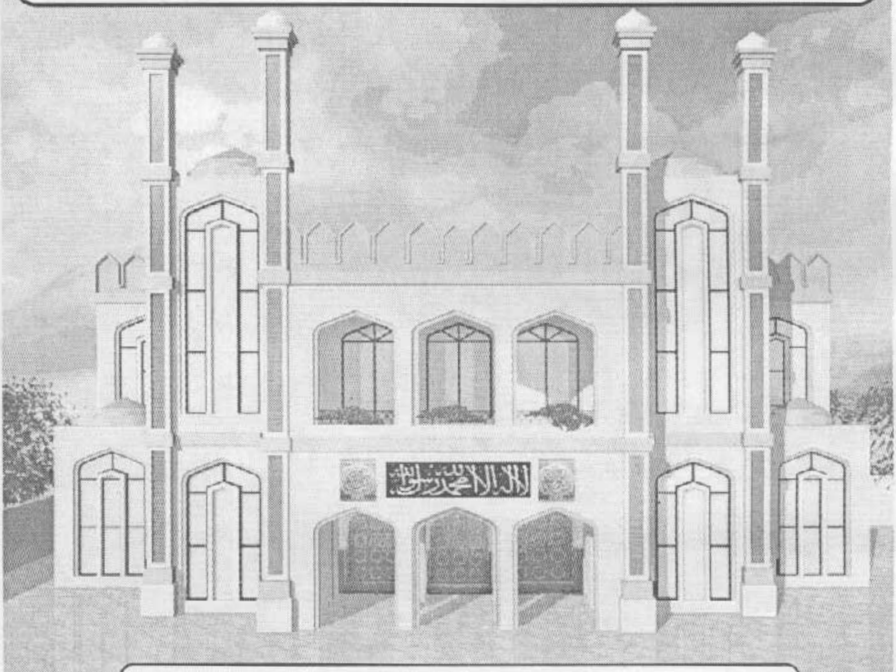

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 2324-9 نیشنل بینک جامع مسجد بازار چیچہ وطنی
اکاؤنٹ بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی

منجانب انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ) ای بلاک لوانکم ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی ✆ 040-5485953

احرار گرافکس

Monthly "Naqeeb-e-Khatm-e-Nabuwwat" Multan. Regd. M. No: 32

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ — امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی
ملتان

بانی
سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ
28 نومبر 1961ء

محمد رسول اللہ

مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر پر گامزن ہے اور تسلسل کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ طلباء کے لیے مدرسہ معمورہ اور طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری شعبوں میں تعلیم جاری ہے۔

دارالقرآن — دارالحدیث
دارالمطالعہ — دارالاقامہ

کی تعمیر میں حصہ لیں

گزشتہ سال 2004ء میں مدرسہ سے ملحق ایک مکان خریدا گیا جس میں اب دارالقرآن، دارالحدیث اور دارالمطالعہ کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔ احباب سے اپیل ہے کہ حسبِ سابق نقد وسامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

الداعی الی الخیر

ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

Designed by 0300-7345096